منتخب کشمیری منظومات

شمس فقیر

کلچرل اکادمی
جموّں و کشمیر

[illegible]

سلسلۂ منتخب کشمیری منظومات نمبر ۳

شمس فقیر

مؤلفہ و مصنفہ

پروفیسر شمس الدین احمد

کلچرل اکادمی

جموں و کشمیر

باراول، ۱۹۵۹ء
تعداد، ایک ہزار
قیمت، ۵۰عہ

مطبوعہ، جید پریس بلیماران دہلی

فہرست:-

تعارف، ۵
تبصرہ، ۱۲
نمونۂ کلام، ۱۸

تعارف

سری نگر میں چنکرال نام کا ایک محلہ ہے شمس صاحب اسی محلہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا اسم گرامی محمد صدیق بٹ تھا۔ آپ کے والد شالبافی کا کام کرتے تھے ایک بھائی اور ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔ چھوٹے بھائی کا نام غلام محمد بٹ تھا اور وہ سری نگر میں ہی تادم حیات مقیم رہے۔ شمس صاحب ۱۲۵۹ھ (مطابق ۱۸۴۳ء) میں پیدا ہوئے[1]۔ آپ کے بچپن کے حالات زیادہ معلوم نہیں البتہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ آپ نے مکتب میں تعلیم حاصل نہ کی لیکن اخلاقی تعلیم آپ نے اپنے والدین سے حاصل کی۔ گھریلو ماحول زاہدانہ تھا اس لئے آپ شروع سے ہی مذہبی احکام کے پابند رہے۔ دس بارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو شالبافی[2] کے ایک کارخانہ میں بھیج دیا۔ کارخانہ[3] میں داخل ہو کر شمس صاحب ایک مختلف ماحول میں آ گئے۔ یہاں چھوٹے بڑے پیر و جوان بھی موجود تھے۔ لوگوں کو مذہبی معاملات، شریعت و طریقت کے تذکرے سننے سے زیادہ دلچسپی

---

[1] شمس صاحب کی تاریخ وفات ۱۳۲۲ھ ہے اور یہ تاریخ اُن کی صاحبزادی کے فرزند غلام محی الدین صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اخوند حبیب اللہ نے (جنہوں نے شمس صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی) خود یہ تاریخ اپنے پاس محفوظ رکھی تھی اور اس کی نقل غلام محی الدین صاحب کے پاس موجود ہے۔

[2] شالباف کشمیری میں "کھنڈواؤ" کے نام سے مشہور ہیں جو اب بھی اپنی سادہ طرز معاشرت پرہیزگاری اور خدا ترسی کی وجہ سے مشہور ہیں۔

[3] کئی معمر بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شمس صاحب زینہ دار محلہ میں شالبافی کے ایک مشہور کارخانہ میں کام کرتے تھے اور یہ کارخانہ کسی صاحب کی ملکیت تھی جو "پرہ" کے عرف سے مشہور تھے۔

تھی۔ اس کارخانہ میں بھی اکثر و بیشتر شریعت و طریقت اور انبیاء و اولیاء کرام کے حالات کا تذکرہ ہوتا تھا۔ شمس صاحب کی طبیعت فطری طور پر ان چیزوں کی طرف راغب تھی۔ اسی کارخانہ میں مشہور و معروف بزرگ نعمہ صاحب بھی شالبافی کا کام کرتے تھے اس وقت آپ عمر رسیدہ تھے چونکہ موخر الذکر بھی چنکرال محلہ میں سکونت پذیر تھے اس لئے ظاہر ہے کہ شمس صاحب کو اپنا عزیز سمجھتے ہوں گے اور جب شمس صاحب میں ذوق و شوق بڑھتا دیکھا ہوگا تو شمس صاحب سے آپ کو خاصی دلچسپی پیدا ہوئی ہوگی۔ شمس صاحب کے شعور کی تعمیر کے لئے یہ مخصوص ماحول سنگِ بنیاد تھا۔ وہ نعمہ صاحب کے مرشد طریقت سوچھ صاحب ملیا[۵] کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ تشنگی پھر بھی بڑھتی جا رہی تھی یہ حقیقت ہے کہ سری نگر میں یا سری نگر سے باہر کشمیر بھر میں جتنے مشہور و معروف بزرگ موجود تھے اُن کی تربیت میں رہ کر فیض یاب ہوتے رہے۔ ان بزرگ و صاحب دل اصحاب میں اہم ہیں برزلہ کے عبدالرحمان صاحب، کلاپہ انلار کے عتیق اللہ صاحب، گلاب باغ (حضرت بل) کے محمد جمال الدین صاحب اور سری نگر کے رسول صاحب المعروف "ناگہ ژر"۔ برزلہ کے عبدالرحمان صاحب ایک نامی قلندر تھے اور آپ سری نگر کے محلہ چنکرال میں ایک کمہار کے گھر میں اکثر قیام فرماتے چنانچہ دبدری نامی ایک کمہارن سے آپ کا نکاح ہوا تھا۔ شمس صاحب کو ان سے انتہائی عقیدت تھی چنانچہ جب تک آپ بقیدِ حیات

---

[۴] نعمہ صاحب کے پڑپوتے محمد سلطان شیخ دوکاندار محلہ آغا حمام حبہ کدل نے بیان کیا کہ نعمہ صاحب اور شمس صاحب کے مکانات ایک دوسرے کے بالکل ساتھ تھے چنانچہ ان دونوں بزرگوں کا آپس میں ان کے والدین کی وساطت سے رشتہ بھی تھا۔ آپ نے اپنے والد صاحب سے سُنا ہے کہ یہ دونوں ہمعصر تھے اور جس کارخانہ میں شمس صاحب کام کرتے تھے وہاں نعمہ صاحب بھی ایک بزرگ و عمر رسیدہ صاحب دل شالبافی کا کام کرتے تھے۔

[۵] سوچھ صاحب ملیا د قرہ قلی محلہ میں مدفون ہیں۔

رہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ محمد جمال الدین نے چار سال تک آپ کو اسرار و رموزِ الٰہی سے آگاہ کیا۔ جب آپ رسول صاحب ہاکہ ژر کی خدمت میں پہونچے اور کئی سال تک ان کی تربیت میں رہے تو آپ کا سینہ آتشکدہ بن گیا جس کے شعلے بھڑکتے ہی رہے۔ ان کے بعد شمس صاحب کمال الدین صاحب کی خدمت میں پہونچے۔ آپ اڈہ کدل (موضع واہتھور تحصیل بڈگام) میں سکونت پذیر تھے۔ آپ سلسلہ کبروی سے وابستہ تھے اور حضرت شیخ العالم نور الدین ریشی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ریاضت و عبادت الٰہی کے سلسلے میں جنگلوں میں بسر کیا تھا۔[1] صاحب کرامات تھے۔ شمس صاحب کو آپ نے باطنی رموز کی تربیت دی لیکن شمس صاحب سیر نہ ہوئے، ایک نشہ چڑھ چکا تھا جو اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔ طبیعت میں اضطراب اور بے قراری پیدا ہوئی۔ ان کی قابلیت استعداد اور تشنگی سے مرعوب ہو کر جناب کمال الدین صاحب نے آپ کو بقیہ تربیت کے لئے امرتسر کے ایک مشہور مجذوب[2] و قلندر کے پاس بھیج دیا۔ شمس صاحب کی عمر اس وقت چوبیس ۲۴ یا پچیس ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ ۱۲۸۳-۸۵ھ (۱۸۶۶-۶۸ء) میں امرتسر پہنچے اور مذکورہ صاحب حال مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے بدن پر ایک قمیض تھی۔ بال

---

[1] جناب کمال الدین صاحب کے بارے میں خواجہ بدر الدین صاحب نے (برادر منور شاہ دوکاندار بنڈ سری نگر) ساکن محلہ قرہ فلی محلہ جو شمس صاحب کے برادرِ طریقت تھے اور جنہیں وفات پائے تین سال کا عرصہ گذر چکا ہے بیان کیا تھا کہ جناب کمال الدین صاحب اور بہت عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ فرطِ ریاضت کی وجہ سے انتہائی ضعیف ہو چکے تھے اور ایک انگریز سیاح آپ کو واہتھور سے چند میل دور ایک جنگل سے اپنے ساتھ واہتھور لے آیا تھا۔ اکثر و بیشتر آپ پر جذبہ حال طاری رہتا تھا۔

[2] آپ کا اسم گرامی معلوم نہیں۔ سونہ متو صاحب نے بیان کیا کہ شمس صاحب نے اپنے اس مرشد کامل کا نام کبھی ظاہر نہ کیا البتہ ان کے کمالاتِ روحانی کا کبھی کبھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

پریشان اور میلے، پاؤں ننگے۔ ایک عجیب عالم تھا۔ امرتسر کی گلیوں میں دیوانہ وار پھرتے رہتے۔ طالبان حق کی ایک بڑی جماعت آپ کے پیچھے ہوتی۔ شمس صاحب نے آپ کو دیکھتے ہی گویا وہ دولت پائی جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ سال تک شمس صاحب در جیب پر جبہ سائی کرتے رہے پھر کہیں جاکر اُن کی اُمید بر آئی۔

کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد شمس صاحب سری نگر لوٹے۔ اسلام آباد میں مُسمّی عزیز بٹ پشمینہ فروش کے ہاں قیام کیا۔ خواجہ عزیز بٹ صاحب کی ایک فرشتہ صفت اور حسین وجمیل دختر عائشہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ اسلام آباد سے اپنے آبائی گھر واقع چنکرال محلہ پہنچے۔ آپ اپنی رفیقۂ حیات کو گھر پر چھوڑ کر چند مہینوں کے لئے غار نشین رہنے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں نکلے۔ آپ کی اہلیہ ایک نیک صفت خاتون ہونے کے علاوہ چند گھریلو دستکاریوں میں ماہر تھیں۔ جراب اور پشمینہ سازی سے خوب واقف تھیں اور اس طرح وہ خود گھر بیٹھ کر اپنا معاش اپنے لئے مہیا کر سکتی تھیں۔ شمس صاحب چھ ماہ تک قاضی باغ میں غار نشین رہے (قاضی باغ دامودر کریوہ کے دامن میں واقع ہے اور سری نگر سے کوئی دس گیارہ میل دُور ہے) موضع بڈگام کے ایک عقیدتمند مسمّی غلام گورو غار نشینی کے عرصہ میں خادم کے فرائض انجام دیتے رہے۔ غار نشینی کے دوران میں ہی آپ کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی اور وادی بھر کے صوفی حلقوں میں آپ کا چرچا ہو گیا۔ مستقل بود و باش کے لئے آپ نے خود ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو آپ کی طبیعت کے موافق تھی۔

(کلشی پورہ یا کرشی پورہ جو تحصیل بڈگام کا سری نگر سے تقریباً اٹھارہ میل دُور شمس

صاحب کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں خدا نے عطا کیں۔ چھوٹی لڑکی کا صغر سنی میں ہی انتقال ہوا۔ بڑے فرزند کا نام عبدالغنی اور چھوٹے کا نام نورالدین تھا۔ آپ کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا۔ فاطمہ کا نکاح آپ نے اپنی زندگی میں کیا۔ شمس صاحب کے بڑے فرزند جناب عبدالغنی صاحب ایک مُتشرِع، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور ایک پرہیزگار آدمی تھے۔ آپ ایک ہمسایہ کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اپنے والدِ بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شمس صاحب کی عُمر ترسیٹھ ۶۳ سال کی ہو چکی تھی، انہوں نے کئی بار اپنے مریدوں سے کہا تھا کہ اب یہ سُنّت بھی پوری ہو جائے چنانچہ اسی عمر میں آپ کا انتقال ہوا وفات سے ایک دن قبل سر میں درد محسوس ہوا اور دوسرے دن جمعہ کی صبح کو ۱۹۰۴ء (۱۳۲۲ھ مطابق سنہ ۱۹۶۰ بکرمی) کے ایام بہار میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وفات سے کچھ دیر قبل یہ اشعار زبان پر جاری تھے ؎

(مکہ اور مدینہ کے دونوں روضوں کے دروازے کھُل گئے ہیں، آؤ سہیلی، محبوب کی تعریف میں گیت گاتے چلیں۔ شمس فقیر کو کوچ کا پروانہ مل چُکا اور حضور سرکار کی طرف سے احکام بھی جاری ہو گئے (تعمیل احکام میں) مال، جان اور تن چھوڑ کر جا رہا ہے۔ آؤ سہیلی! محبوب کی تعریف میں گیت گاتے ہیں)

شمس صاحب اپنے مکان کے صحن کے بالائی حصہ میں مدفون ہیں۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ چیچک کے ہلکے داغ بھی چہرے پر تھے جو نمایاں نہ تھے۔ بہار میں لمبا کشمیری پھرن اور جاڑے میں کشمیری پٹو سے بنا ہوا پھرن (جسے کشمیری میں "ٹمنگ"

نائیر
کہتے ہیں اپ پہنتے تھے۔ کھُلا پاجامہ جو ٹخنوں سے اوپر رہتا تھا اور سر پہ ایک بڑی پگڑی۔ پاؤں میں بھی کشمیری چپل یا جوتا ہوتا ہر قسم کی آرائیش سے بے نیاز تھے اگر چپل یا جوتا ناقابل استعمال ہوجاتا تو گھاس کا بنا ہوا چپل (جسے کشمیری میں "پُلہ ہور" کہتے ہیں) پہنتے۔ فقر آپ کا شعار تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ پر نازاں کیوں نہ ہو جاؤں اس لئے کہ وَالْفَقْرُ مِنِّی (حدیث نبویؐ) اس پر گواہ ہے۔ فقر پر فخر کرنے والا ہی بلند مقامات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اور میں یہی شراب معرفت پیتا رہتا ہوں۔ سُن لو فقیر کی تعریف کیا ہے۔ فقیر کو حیات جاودانی حاصل ہوجاتی ہے۔ ہمارے پیغمبرؐ نے فقیر کی یہی تعریف فرمائی ہے اور میں یہی شراب معرفت پیتا رہتا ہوں)

شمس صاحب کے مُریدوں اور خلیفوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ آج بھی آپ کے عقیدتمندوں کی ایک بڑی تعداد وادی کے مختلف علاقوں میں موجود ہے۔ آپ زیادہ تر سری نگر میں ہی قیام فرماتے تھے لیکن دوسرے علاقوں میں بھی کچھ وقت گزارتے تھے۔ بڈگام تحصیل میں آپ حیدرپورہ گاؤں میں احمد ڈار کے یہاں ٹھہرتے۔

شمس صاحب کے کلام کا بیشتر حصّہ نایاب ہے۔ آپ کے کلام کو دو حصّوں میں شائع کیا گیا ہے۔ جلد اوّل میں اٹھائیس غزلیں اور جلد دوم میں بتیس غزلیں ہیں۔ ان دونوں جلدوں کے اشعار کی کُل تعداد ۱۰۸۲ ہے۔ شمس صاحب کا بیشتر

---

۱ مجھے فقر اختیار کرنے کا فخر حاصل ہے۔ (حدیث نبویؐ)
۲ میں سراپا فقیر ہوں۔ (حدیث نبویؐ)

کلام اہلِ ذوق حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے۔ موضع کرشی پورہ میں اسدؔ میر نامی ایک صاحبِ ذوق بزرگ نے شمسؔ صاحب کا بیشتر کلام ازبر کر لیا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ نادر الوجود ہستی ۲ دو سال ہوئے سپردِ خاک ہو چکی ہے۔ مسٹرؔ موصوف صاحب کے بیان کے مطابق شمسؔ صاحب کا کلام اُن کی زندگی میں دو بیاضوں (قلمی) میں مرتب ہو چکا تھا۔ ایک بیاض میں اُن کی سنسکرت آمیز غزلیں تھیں دوسری میں کشمیری غزلیں۔ یہ دونوں بیاض شمسؔ صاحب کی وفات کے بعد بھی ان کے گھر کرشی پورہ میں موجود تھیں۔ ان دونوں بیاض کی ایک نقل جناب احمدؔ ڈار صاحب کے پاس بھی موجود تھی۔ شمسؔ صاحب کی وفات کے بعد کسی صاحبِ ذوق برہمن نے سنسکرت آمیز غزلیات کی بیاض ڈھائی سو روپے میں خرید لی اور بارہ مولہ علاقہ کے کسی ذیلدار صاحب نے کشمیری غزلوں کی بیاض پانچ سو روپے میں خرید لی احمد ڈار کے پاس جو نقل موجود تھی اُس کا کچھ پتہ نہیں[۱]

شمسؔ صاحب کے ہمعصر صوفی شعراء میں وہابؔ کھار احمدؔ بٹواری، واژہ محمود اور محمود سراج کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ وہابؔ کھار شمسؔ صاحب سے کئی بار ملے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہابؔ کھار نے اپنی ایک غزل اُنہیں سنائی جس کا مطلع تھا۔

---

[۱] جناب احمدؔ ڈار صاحب کے خلیفہ جناب غلامؔ محمد بٹ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نسخہ ڈار صاحب مرحوم کے علاقہ کنڈلس میں رہنے والے کسی صاحب نے ڈار صاحب سے عاریتاً لے لیا تھا جو کبھی واپس نہ ملا۔ بٹؔ صاحب کو یقین ہے کہ یہ بیش قیمت نسخہ شاہ آباد ڈورو میں کسی صاحب کے پاس موجود ہے۔

[۲] محمودؔ وانی آری گام نے جو صوفی حلقوں میں جا کر گاتا تھا بیان کیا کہ وہابؔ کھار اور شمسؔ صاحب اکثر ملتے رہتے۔ اور اول الذکر کرشی پورہ جا کر اُن سے کئی بار ملے۔ آری گام میں بھی ان دونوں حضرات کی ملاقات ہوئی تھی۔

رنگہ زوڑے سته ڈاٹگی شوبان   تولہ ساریواز ڈولومیہمان

(رنگین شمعدان پر سات چراغ جھلملا رہے ہیں۔ اے محبوب! آج تو مہمان بن کر آ)

آپ نے فرمایا "بھائی رنگین شمعدان کوئی اچھی چیز نہیں۔ رنگ اُتر جایا کرتا ہے۔ یوں کہتے تو زیادہ اچھا رہتا"۔ "لولہ زوڑے سته ڈاٹگی شوبان"

(عشق کے شمعدان پر سات چراغ جھلملا رہے ہیں)

تبصرہ

شمس صاحب کا کلام عرفان الٰہی کے اسرار و رموز کا آئینہ دار ہے آپ نے ایک ایسے مقام پر رسائی پائی تھی جہاں عقل انسانی کا گزر ممکن نہیں کیونکہ مقام عشق مقام عقل سے مختلف ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(تمام نفسانی خواہشات کا قلع قمع کر و اور کشف و کرامات کو چھپاؤ۔ اس طرح تم بادشاہ بن کر قابل آدمی بن جاؤ گے۔ اے محبوب! میں تمہیں دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں)

آپ پاکیزگی قلب کے لئے نفس کشی کو ایک اہم اور بنیادی چیز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

(نفس کی لاکھوں خواہشیں ہیں، ان کو کچل ڈال اور دم بدم خبردار رہ)

اسی طرح آپ ریاضت و مجاہدہ نفس کی سختی کو اختیار کئے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

(خود اپنا خونِ جگر پینے سے مجھ پر اسرارِ الٰہی عیاں ہو سکتے ہیں۔ دروازے بند کر کے سارا بدن پسینہ میں شرابور ہے۔ محبوب کس قدر لاپرواہ ہے)

تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس کے حاصل ہوجانے کے بعد شمس صاحب کے سامنے طریقت کی شاہراہ روشن ہوجاتی ہے اور وہ اس حقیقت سے واقف ہوجاتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کی منزل تو خود احساس و وجود کی منزل ہے صرف ذوق و وجدان کے تحت ہی اس راستہ میں سفر ممکن ہے۔ کہتے ہیں:۔

(۱) (میں نے تفکّر کا رشتہ (دھاگا) قایم کیا تھا لیکن میری ہزاروں اذکار رائیگاں ہوگئیں۔ تب سے میں حیرت کے سمندر میں پڑا ہوا ہوں)

(۲) (ترکِ وجود کی منزل میں ذکر و اذکار مٹ گئے۔ ہر لمحہ خبردار رہا کرو)

(۳) (اے زاہد اگر تو رات دن مالا پھیرتا رہتا ہے تو یہ سب بیکار ہے۔ مالا پھیرنے میں مصروف رہ کر تو تم موتی گنوا دیتے ہو اور نقلی موتیوں کی حفاظت کرتے ہو، گھنگر و کھول کر نغمہ کہاں؟)

اس منزل میں داخل ہو کر عاشق کی آزمائشیں شروع ہوجاتی ہیں۔ وہ سختیاں برداشت کرتا ہے، مصائب جھیلتا ہے۔ نفسِ امارہ کی کشمکش میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ذوق و وجدان کی روشنی میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ ان سختیوں کی شدّت ملاحظہ ہو:۔

(۱) (میرے جگر کا ہر ٹکڑا کباب ہوگیا اور میں حیران و پریشان ہو کر پا بر کاب ہوں، میں خود اپنے کا خون شراب کی نبت سے پیتا رہا اور حیران و پریشان ہو کر پا بر کاب ہوں

(۲) موتی کے ایک دانے میں جھیل ڈل اور اخروٹ میں جھیل ولر سمانے چاہئیں تب کہیں ذاتِ لا نہایت دل میں سما سکتی ہے۔ ایک رِند ان سختیوں کو جھیلنے کے بعد ہی خدا کی ذاتِ واحد کو پہچان سکتا ہے)

(۴) ظلمت و تاریکی میں ہی سنگ خارا توڑنے، اژدھا کے منہ سے ہیرا نکالنے چراغ میں خود اپنا خون تیل کی مانند جلانے اور خود اپنے ہی تن بدن کا گوشت کھانے سے ایک رند خدا کی ذاتِ واحد کو پہچان سکتا ہے)

لیکن ان صبر آزما منزلوں پر سالک کے لئے مرشد طریقت کی رہبری ہی روشنی کا مینار ثابت ہوتی ہے اور ظلمت تاریکی کے یہ مقامات صرف مرشد طریقت کے دامن کو پکڑ کر اس کے پیچھے چلنے سے ہی عبور کئے جا سکتے ہیں۔ مرشد طریقت کی رہنمائی کے بغیر سالک کی یہ "تاریکیاں" چھٹ نہیں سکتیں۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) (دریائے محیط کا شور تو سنتے ہو لیکن راستے کی واقفیت کے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتے۔ رہبر کے ساتھ ساتھ چل۔ اُس ذاتِ حق کی منزل تو اس دریا کے پرے ہے)

(۲) اسرارِ الٰہی سے واقف مرشد طریقت نے مجھے خدا تعالیٰ کے اسرار سے واقف کر کے نورِ جمالِ الٰہی دکھایا اور میں ہر جگہ دیدارِ الٰہی کا مشاہدہ کر رہا ہوں)

(۳) ایک رند خود اپنے نفسانی خواہشات کی دیواریں توڑ کر مردوں کو زندہ کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی مرد (رہبر) کے قدموں پر سر جھکائے)

(۴) (ترک وجود کی منزل کو عبور کرنے سے سالک کے قلب پہ تجلّیٔ ذات کا پرتو پڑ جاتا ہے)

(۵) ذات و صفاتِ الٰہی ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور خاصُ الخاص ذات ہر جگہ عیاں ہے۔ غور سے دیکھو تو وہ ذات ہر ذرّہ میں آشکار ہے)

شمس صاحب کے نزدیک غافل کی نفسانی خواہشات ایک دیوار بن کر اسے اندھا بنا دیتی ہیں اور جب تک نفسِ شوم کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے تصفیۂ قلب کی تحصیل نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں:۔

(اندھے کو عرفان کی اُمید کہاں، اسے نہ تو سورج کی پہچان ہے اور نہ چاند کی۔ گونگے، بہرے اور بے سامان لوگ کس کام کے، وہاں تو جمال ذات کا مشاہدہ کرنے کے لئے باطنی آنکھیں چاہئیں)

شمس صاحب یقین اور اُمید کے ساتھ آگے بڑھ کر جمال الٰہی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ محض تصفیۂ باطن اور صفائی قلب کی وجہ سے پرتو نور کے مشاہدہ پر قانع نہیں رہتے بلکہ ذات الٰہی کے قریب جا کر بے پردہ مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے وہ ترکِ احساس وجود کو بھی ترک کرتے ہیں یعنی احساس وجود کو فنا کر کے اس بات کا بھی خیال نہیں کہ احساسِ وجود فنا ہو چکا ہے۔ چنانچہ شمس صاحب ذات کا اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کی (باطنی) آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں اور جس طرح آفتاب کو دیکھنے سے ہماری آنکھوں کے سامنے کچھ دیر کے لئے تاریکی چھا جاتی ہے اسی طرح جمال ذات کا قریب سے مشاہدہ شمس صاحب کے سامنے تاریکی پھیلا دیتا ہے اور دراصل یہ سیاہی اور تاریکی نورِ ذات کی شدت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:۔

{تاریکی میں ہی آبِ حیات کا چشمہ پایا اور سیاہ نور دراصل نورِ ذات ہے۔ اسی کو سوادالوجہ کہتے ہیں۔ اے محبوب! مجھے اپنا جمال دکھا}

ساتویں صدی ہجری کے مشہور عارف محمود شبستری بھی فرماتے ہیں:-

سیاہی گر بدانی نور ذاتست (۱) بتاریکی درون آب حیاتست

چو مبصر با بصر نزدیک گردد (۲) بصر ز ادراک او تاریک گردد

یعنی جب کوئی چیز ہماری نظر کے سامنے ہوتی ہے تو شدتِ قربت سے آنکھوں میں سیاہی آجاتی ہے اگر تو سمجھے تو یہی سیاہی نور ذات ہے۔ اور اسی تاریکی میں آبِ حیات کا چشمہ موجود ہے۔

شمس صاحب تجلّیٔ ذات میں مٹ جانا چاہتے ہیں لیکن تماشائی کی حیثیت سے نہیں بلکہ "خود تجلّی" بن کر تجلّی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ شمس صاحب کا یہ احساس انہیں کئی دیگر صوفی اور صاحب دل شعراء سے ممیّز کرتا ہے۔ شمس صاحب کی شاعری کی عظمت میں پوشیدہ ہے۔ وہ شہود {مشاہدۂ نور ذات} کے احساس سے نہیں بلکہ نظروں کو قدم بنا کر اور سر کو پاؤں بنا کر بے خودی کے عالم میں فرطِ عشق میں بے اختیار ہو کر ایک غیبی کشش کی وساطت سے آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ فنا الفنا کے مرحلہ میں داخل ہو کر شمس صاحب "اپنی ذات" کو مٹا کر جمال ذاتِ الٰہی میں کھو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں:-

{محبوب نے کہا طریا[1]، سوشف[2]، سیکن[3] اور ناگہ رتی[4] سے پہچان پیدا کرو اے شمس فقیر! اب یہی غم کھا}

---

[1] طریا۔ عالم لاہوت جو کہ عالم ذات ہے۔ [2] سوشف۔ عالم جبروت جو کہ عالم خواب ہے لیکن با آرام۔ [3] عالم ملکوت (عالمِ خواب)

[4] جاگرت۔ عالم ناسوت (عالمِ بیداری)

{اے عاشق! برزخ سے شناخت پیدا کر کیونکہ زاہد اس سے بے خبر ہے

عارفوں کا مقام تو جبروت ہے۔ کام دیو محبوب تو لباس میں نمایاں ہے}

{رند فنا ہونے کا پیغام لائے ہیں اور خود فنا ہوکر دنیا میں زندہ ہیں۔

اور لاہوت کے مقام پر وصل یار سے متصل ہوئے}

مقام محمود پر پہنچ کر بھی خود اپنی ہی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

{مقام محمود پر پہنچکر خود اپنی ذات کا سجدہ کر کے بود و نابود کا تماشا کر حق

کے ساتھ جس کا وصل ہوچکا اس کا ثمرہ لاہوت ہے}

وہ زندہ مر جانے کو بقا کا دیباچہ سمجھتے ہیں۔

{شمس فقیر علانیہ کہتا ہے کہ وہی آدمی دریائے عشق کی گہرائیوں میں اُتر

سکتا ہے جو زندہ مر جائے۔ جسم کو مٹی سمجھ کر اُسے فنا کر دے}

{زندہ ہی مرجانا چاہیئے پھر اے رند! ذاتِ واحد کی شناخت ہوسکتی ہے}

شمس صاحب کا کلام تصوّف سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کا سینہ عشق الٰہی کی ڈھیر سے آتش کدہ بن چکا تھا۔ آپ کی شاعرانہ زبان میں عقب کا زور اور جوش ہے حُسن محبوب کے بیان میں جذبات نگاری اور واقعہ نگاری ہے۔ سادگی اور روانی چند مخصوص غزلوں میں بہت زیادہ ہے۔ الفاظ کی دروبست میں جہاں کہیں اظہار بیان میں مشکل پیش آتی ہے وہاں اکثر و بیشتر فارسی اور سنسکرت الفاظ استعمال کرتے ہیں اور خوبی بیان کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ بعض اشعار میں تو خالص کشمیری الفاظ میں تصوّف کا بیان ہے۔ زبان کی فصاحت میں فارسی الفاظ سے بہت کام لیا ہے اور سنسکرت و ہندی الفاظ چند اشعار میں اسطرح سموئے ہیں جس طرح نگینوں میں موتی۔

غزل

۱ دَمہ دَمہ ہَر دَمہ کَلِ چھُم چاَنی دَمہ سیتی پاَژہ گیِم جیِسی
دم ہیکہ رُٹِتھ دَمہ ادِ سپدُس دَمہ سیتی اَنِتھم آم لال

۲ خوبانن اَندرے شبانہ وُوُنم ذِکرِ زبان کرِیسی
ژُونہ وُٹھ طرفن رَگہ دِچھ پھیر کَیس شیشنُوی حرفن ہال

۳ ذکرِ یک ضربہ نِشہِ فِکرہ چھُ نہ بیٹھان ذکرِ دُو ضربہ رِیہی
ذکرِ ہیہ ضربہ سیتی صَیقل چھُ سپدان ذکرِ چار ضرب پُر کمال

۴ ذکرِ انفاس نِشہِ مَن میہ شاد گوم ذکرِ حبسِ نفس چھوے لیبی
ذکرِ فرضِ دائیم قائیم سَپدُم دَزِتھ ییٚم ساری خیال

۵ ذکرِ حجازہ نِشہِ سجّادہ کوٚرمس، مجازہ لَرہ مُس دوہی
ذکرِ خفی، نفی سپدُم شَش جہَت گئیم پامال

غزل

دم بدم مجھے تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔ دم ہی کی بدولت مجھ میں حواس پیدا ہوئے

(۱) جب میں دم پر قابض ہوا تو میں نے ہیرے پا لئے۔

رات محبوب نے مجھے کہا کہ زبان کی ذکر کو ترک کر۔

(۲) اور چھ کے چھ حروف پر عمل کر کے اپنے ہی کعبہ کے ارد گرد طواف کر۔

ذکر دو ضرب کی مٹھاس کی بدولت ذکر یک ضرب تفکر میں عمق پیدا کرتی ہے۔

(۳) ذکر سہ ضرب کی بدولت جلا پیدا ہوتی ہے اور ذکر چہار ضرب تو باکمال ضرب ہے۔

ذکر انفاس کی بدولت میرے دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ جس نفس نے تو مجھے نچوڑ ڈالا

(۴) اور جب میں نے ذکر فرض دائم کو اختیار کیا تو سارے خیالات جلکر خاکستر ہو گئے

ذکر حجاز کو اختیار کر کے میں سجدے میں گر پڑا اور ذکر مجاز کی بدولت میں نے دوئی کی

(۵) دیواریں گرا دیں اور ذکر خفی سے ہر چیز کی نفی ہو گئی اور میں چھ اطراف پر فائض ہو گیا

شمس فقير
ذڪر هغندڙ بنده نشه شهپر پادهه گيم ذڪر جهر گهسي

(٦) ذڪر سر تالي نشه سرتڙ سون گوم دون عالمن تجهم ٺهال
ذڪر آتره نشه برهشر به آم مانگله گوم ٺهس ٺهسي

(٧) الفته ببهن قلف هشر به اسم نفس منز وجهم خال
ذڪر ادڪا په نشه اسرار الهه زم تن من ڪن ٺهادي مسي

(٨) ڪير وِ ته تته شنايه شير جهي آسان توه جهيه وامان ٺهال
ذڪر سر تيغر نشه مره مره ڙولم ڪر تجهه مار نم ڏسي

(٩) ذڪر هر تن سيتو درپن سپلم پهره جهم نالي نال
ذڪر هندارس عشقه درياءَس ڙرشن واره تل جهپڻي

(١٠) ڙرشن راليو مايو وو هس وائين جهه ذڪر انتقال
فڪر تيم ذڪر دل وسوسه ڙولم تاله لوگم دري ياد ڏسي

(١١) ذڪر نظر گذر سپلم آدهو وڇهه ڦي بي نوال.
عقل پڪن تشڪل تراوم راوس تته عالمسي

(١٢) شمس فقير جمع سپدڙ ته ليڇهه يدس وانسه اکه مثال

ذکر جہر کے ذکر کی وجہ سے ذکر ہفت در بند نے مجھ میں شہپر پیدا کئے۔

(۶) ذکر ہرتال کی بدولت تانبا کندن بن گیا اور میں دو عالم کو طے کر گیا

ذکر آرہ کی بدولت مجھ پر تمام دروازے کھل گئے اور کنڈیوں کے ہلنے کی آواز سنائی دی

(۷) محبت سے تمام قفل کھل گئے اور میں نے زلف میں خال کا مشاہدہ کیا۔

ذکر اذکار کے نتیجے میں میں نے اسرار الٰہی دل و جان کے کانوں سے سُنے

(۸) یہ تو شیروں کا مقام ہے جہاں گیدڑ پہونچ نہیں سکتے۔

ذکر سر تیغ کی بدولت موت کا خوف جاتا رہا اور محبوب نے مجھ پر تیروں کی بوچھاڑ کی

(۹) ذکر سر تن کو اختیار کر کے میرا قلب آئینہ کی مانند بن گیا اور محبوب مجھ میں جلوہ گر ہوا

ذکر ہندار کی بدولت میں نے عشق کے دربار میں رسائی پائی

(۱۰) اور مشاہدۂ جمال کے ہجوم سے ذکر انتقال اختیار کیا۔

فکر اور ذکر دل سے میری گھبراہٹ دور ہو گئی اور میں دریا کو عبور کر گیا

(۱۱) اب جو ذکر نظر سے گذرا ہوا تو اس ذات بے زوال کو عیاں دیکھا۔

شکل و صورت اور عقل و رفتار کو ترک کر کے میں اس دنیا میں گم ہوا

(۱۲) شمس فقیر نے مقام جمع پہ پہنچکر دیکھا کہ لاکھوں برس کی عبادت محض ایک منزل ہے۔

غزل

(۱) فرضِ دائم کرتَن سرے — تمہ گرِہت چھچہ تہنڈ گھرے
(۲) یُن تہ گرُحن مومو شرے — تمہ گرِہت چھچہ تہنڈ گھرے
(۳) پڑہ و سبق لبکہ نفَع — شیر سید کھ اہلِ صفا
(۴) اَدِہ دَ پیے اَچھ گاشرے — تمہ گرِہت چھچہ تہنڈ گھرے
(۵) اَتھ لو کتس سیتو رو ز قائم — کیاہ چھچہ فرض تہ کیاہ گو دائم
(۶) مَعنہ کیاہ زانہ بے خبرَے — تمہ گرِہت چھچہ تہنڈ گھرے
(۷) رَحم کرہ وُون چھچہ پانے رَاَرحم — اَتھ موکر فرضِ دائم
(۸) اللہ ہوُ چھچوی آکی وَرے — تمہ گرِہت چھچہ تہنڈ گھرے
(۹) زِیرہ و مُمتس منتر چھچوی مُدا — ریر پنہاں لبک نہ جدا
(۱۰) اِی چھچہ بیرون تِی اَندرے — تمہ گرِہت چھچہ تہنڈ گھرے
(۱۱) یَس اورے گرِہی نِدا — اول آخر سُوی چھچوی بنیا
(۱۲) آتھِ مینا ہتیھ ساغرے — تمہ گرِہت چھچو تہنڈ گھرے
(۱۳) بوز دریایہ مُحیطک شوُر — بےپے نو تر کھ آپو رہ
(۱۴) وسیتی سیتن ہین رہا ہیرے — تمہ گرِہت چھچو تہنڈ گھرے

غزل

(۱) اے آدمی! ذکر اللہ کی پہچان پیدا کر۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۲) اس ذکر کی آمد و رفت کے تسلسل کو نہ بھول۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۳) اس سبق کو پڑھ اس میں یہ فائدہ ہے کہ تم اہلِ دل میں شمار کیے جاؤ گے۔

(۴) اور تم صاحب نظر کہلاؤ گے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۵) اس نکتہ کو سمجھ کہ فرض کسے کہتے ہیں اور دائم کس چیز کا نام ہے

(۶) نادان اس بات کو کیا جانتا ہے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۷) وہ ذاتِ رحیم ہے پس تو فرضِ دائم پر قائم رہ۔

(۸) "اللہ ھو" کا تانا بانا ہی سب کچھ ہے۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۹) تمہارا مقصود زیر و بم ہے اور وہ اس سے جدا نہیں۔

(۱۰) ظاہر و باطن میں کوئی تفاوت نہیں۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۱) وہی آدمی بنتا ہے جسے وہ ادھر ہی سے ٹپکا دے۔

(۱۲) اسی کی طرف جام و مینا بڑھائے جاتے ہیں۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

(۱۳) دریائے محیط کا شور سن مگر راستہ جانے بغیر اسے عبور نہیں کر سکتے ہو۔

(۱۴) جا اور کسی راہبر کا دامن تھام۔ وہ محبوب سرحدِ ادراک سے پرے ہے

...کنیر

۱۵ کیاہ چھُو حیات کیاہ چھُوی ممات — کتھ چھیٖنس ناوٕ کرٕہ بوذات

۱۶ چھُس نہ جسم نہ جوہرے — تمہ گرٕ ہت چھُو تہند گھرے

۱۷ ترٕاو وجود و شہود تتھر — تیمرہ گرٕ ہمی تہند کنیز

۱۸ شمس فقیرہ دم کھاوٕرے — تمہ گرٕ ہت چھُہ تہند گھرے

غزل

لا الٰہ الّا اللہ تیمرہ ذٕہی کرٕ تَن نفی اثباتے

۱ لے کرکھے ژلی دِل آیٖنس سپدکھ بیناوار

زُنّار نہ الّن شریعت پالّن شرارت ترٕاوٕ ژکھ عدیے

۲ حق شناس سپدکھ شک ترٕاوٕ بروٕنٹھ پکھ پاوٕ ہنے سِرّ اسرار

علم الیقین نشہ کلمہ تحقیق گوم وعدہ یوم یاد تتھ شیٖئے

۳ اَلَستُ بِرَبِّکُم توٕہ دوٕپم قٰالو بلیٰ لیقرار

فنا فی الشیخ نشہ گو ناہ عیسیٰ پیٖم شاد دوٕپم حمد یے

۴ منع سپدُم سِر فاش کرٕنس پیٖری چھُو مالکِ کار

مقامِ ناسُوت یاقوت لوٕبُم تیچھ کرٕ موچھ منزائیے

۵ لچھ ناوہ صاحبو چھکھ گُنٹھ وٕہ تھرے ناوتم نورِ انوار

(۱۵) حیات اور ممات کی تعریف کیا کی جائے اور کس چیز کو ذات کہکر پکارا جائے

(۱۶) اُس کا نہ تو جسم ہے اور نہ ہی روح۔ وہ محبوب سرحد ادراک سے پرے ہے

(۱۷) وجُود اور شہُود ترک کر تب کہیں تم اس کی وحدانیت تک رسائی پاؤ گے۔

(۱۸) اے حبس نفس کرنے والے وہ محبوب سرحد ادراک سے پرے ہے

غزل

(۱) اے آدمی! لا الٰہ کی نفی اور الّا اللہ کے اثبات کی پہچان کر۔
اس کو اپنا تاکہ تمہارے آئینۂ قلب سے زنگ دُور ہو جائے۔

(۲) زنّار جلا کر شریعت پر کاربند رہ اور نفرت و دوئی دل سے نکال
شکوک و شبہات کو چھوڑ کر حق شناس بن تا تمہیں اسرار الٰہی تک رسائی ہو گی

(۳) علم الیقین کی منزل پر پہنچ کر مجھے کلمے کی حقیقت معلوم ہو گئی
اُدھر سے الست بربکم کی آواز آئی اور اِدھر سے قالوا بلیٰ کا اقرار ہُوا

(۴) فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچکر میرے سارے گناہ دُھل گئے اور میں حمد و ثنا میں مصروف ہُوا
اسرارِ الٰہی کو فاش کرنے سے مجھے منع کیا گیا مرشد طریقت تو حقیقی مالک ہے

(۵) ناسوت کے مقام پر پہنچکر میں نے وہ یاقوت پایا جو حفاظت کرنے سے ہاتھ میں رہ سکتا ہے
اے لاکھوں نام والے محبوب! آ کہ میں نے تیرے لئے مسند بچھائی ہے۔

ترکِ دُنیا کر دُنیا دار و بنیاد گیر چھوڑو لئے

٦ طمع چھوڑی سماہ سو شبر تھ کر جمع اکھ و ماہ گنڈ تنس نار

طریقت اِنشہ ودک ہر چیوم بہ تل سر تنرہ وومے

٧ فرض ہو نم قائم زونم دائمیس کیاہ چھوڑی شمارہ

عین الیقین نش نین پئہ زاؤم غین غفلت وُسی پلیسے

٨ پتھ ہے کانسہ تہ پتھ ہیتو واقی وُتیرہ سے منگین نہ دیار

فنا فی الرسول نشہ تنا سو خنہ پؤم انا ونم بیے

٩ فنا فذ موپکن دوٗ پہم ہیکن گرتھ سوی بار

مقام ملکوت ملکہ ڈیٹھم معلق در آرزوگیے

١٠ مل میہ کو سم تہ سوی ننہ او سم پانس نش نی گار

ترکِ عقبی الیس کرہ ابتدا فرد اسوی خاصیے

١١ پردہ اکھ چھوی شمس فقیرہ انتہا مردہ بوزہ اشارہ

اے دُنیا پرست! دُنیاوی خواہشات کو ترک کر۔ یہ بڑی شکست بنیا ہے

۶ نفسانی خواہشات سے واویلا کے بغیر اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اِن پر لات مارے

طریقت کی منزل پہ پہنچکر میں نے معرفت کا دودھ پیا اور معبود حقیقی کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا

۷ میں ذکرِ حق پر قائم رہا لیکن ذکر ہُو تو اُس سے بھی لا انہا یہ ہے۔

عین الیقین کے مقام پر پہنچکر میری آنکھیں چمک اُٹھیں اور غفلت کی غین گر پڑی

۸ ذاتِ حق چاہے تو سالک کو یقین کے سہارے اس منزل پہ پہنچا دے گی

فنا فی الرّسول کے مقام پہ پہنچکر میرا وجود خاکستر ہو گیا اور مجھے "ادا" کا خوف لاحق ہونے لگا

۹ مجھے فنا سے آگے بڑھنے کو کہا گیا۔ اس بوجھ کو برداشت کرنا بڑی بات ہے

مقامِ ملکوت پر پہنچکر میں نے فرشتوں کو مُعلّق دیکھا جو دیدارِ الٰہی کی آرزو میں منتظر تھے

۱۰ حجابوں کو دُور کیا تو وہاں بھی وہی ذاتِ حق پائی اپنے من میں یہ حقیقت دیکھ لے

جو ترکِ عُقبیٰ سے اپنا سفر شروع کرے کل وہی خاصوں میں شمار ہو گا۔

۱۱ اے شمس فقیر! انتہا کی منزل بھی ایک پردہ ہے۔ صاحبِ دل ہی اس اشارے کو پا سکتا ہے

غزل

(۱) رۄ نہٕ گنڈتھ شرۄنی شرۄنی میہٕ بوزم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۲) روز شہس سیتی چھےٚ پننی گوم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۳) ہا زٲ ہلہ کیاہ چھک ژہ کران — رات دۄہ گوبے تسبیح پھران

(۴) موختہ راوِتھ فوطس رِچھت زوم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۵) چنگ و رباب زنگلہ چھہ وزان — اندرہ گریزان نیبرہ چھ بوزان

(۶) تتہ پرن تہٕ گرن وسے پیوم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۷) اژو اندرہ ہاہس پتہ ہوہس — ناوہ مُرن چھکھ حضرت نوحسؑ

(۸) عالم آب ژہ وچھن تہٕ ڈیشام — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۹) آفتاب بے مقدار سے تلے — شک تہٕ شبہ رودُم نہٕ گلے

(۱۰) لانہایتہ ظہور چھا دیوم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۱۱) ہیرہ بوہ نہٕ ینہٕ مینہٕ گوٚ رُم لا — ہیچ ہیچس منز چھوی الا اللّٰہ

(۱۲) کینہہ نہٕ کیاہ تام راوُن تہٕ رادیوم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

(۱۳) ذرہ ذرا تہٕ کن چھوی تہٕ سلتھ — گٹہ گاشس سیتی چھوی میلتھ

(۱۴) زوٚنہِ گنڈان خوٗنِ جگر چیوم — رۄ نہٕ مُر زِتھ شرۄنی شرۄنی کوٚت گوم

غزل

۱ گھنگرو باندھ کے تو میں اُنکی آواز سنتا تھا لیکن گھنگرو کھول کے وہ آواز کہاں گئی؟
۲ سانس کی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ مصروف رہ۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی
۳ اے زاہد! آخر یہ دن رات کی مالا جپنے سے کیا حاصل؟
۴ اصلی موتیوں کو گنوا کر تم نقلی موتیوں کے پیچھے پڑے ہو۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟
۵ چنگ و رباب کی بلند آواز اندر سے باہر بھی سُنی جاتی ہے۔
۶ لیکن وہاں میری یہ ساری ریاضت و عمل رائیگاں ہو گئی۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟
۷ اپنی سانس کی اُتار چڑھاؤ کو سمجھ تاکہ خُود کو حضرت نوحؑ کی کشتی میں پائے
۸ میری روح نے عالم آب کو دیکھا۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟
۹ اُس آفتاب بیکراں کے قریب پہنچکر میرے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے
۱۰ میں نے لانہایہ کی منزل میں جمالِ ذات کا مشاہدہ کیا گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟
۱۱ جب ہر پست و بلند کی میں نے نفی کی تو اس نفی میں بھی اثباتِ ذاتِ حق تھا۔
۱۲ مجھے تو نا حق کوئی شئے گم ہوتے لگی تھی۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟
۱۳ وہ ہر ایک ذرے میں ہویدا ہے۔ تاریکی روشنی سے بغلگیر ہے۔
۱۴ چاندنی میں کھیل کود کے لئے مجھے خونِ جگر پینا پڑا۔ گھنگروں کی وہ آواز کہاں گئی؟

(١٥) تورو پھی نہ دم یا علے مبت … تہ نہ گرنز تے شمارس گیم لتا

(١٦) شمس فقیرن معرفت چیوم … ۱۵۹ نہ مشرہ تھہ شرو نی شرہ ی کوٹ گوم

غزل

(١) کس ونہ میہ چیو عشقن شراب … مستانہ مس گوس در خراب

(٢) گوشہ جگر سوخت نقش آب … مستانہ مس گوس در خراب

(٣) بارِ امانت بار ہیتم … چھا تکرار اقرار دِ تم

(٤) بند گوس تینے چھس در قلاب … مستانہ مس گوس در خراب

(٥) گیشرن پیمش عشقہ تبر … کینہہ وعظ خان چھی بے خبر

(٦) پیرین لکھست پری پری کتاب … مستانہ مس گوس در خراب

(٧) اون کیاہ زانی زگ نہ پڑون … انس کتیو آسن پینُ

(٨) نهکے تھیکان میہ تہ وچھ نواب … مستانہ مس گوس در خراب

(٩) زنس نتی پاٹھی چھوی نہ کالہ … گلس چھلس کم گفتار

(١٠) زرِس پامرس نو چھوی حساب … مستانہ مس گوس در خراب

(١١) مَن کان ھذہٖ چھوی گواہ … ما زاغ البصر و ما طغیٰ

(١٢) انس نہ دیدار ڈیشہ خواب … مستانہ مس گوس در خراب

۱۵ بارگاہِ قربِ الٰہی میں دم یا عدم کی گنجائش کہاں؟ وہاں اذکار کا شک کا اٹکنا بے معنی ہے

۱۶ اسجگہ پہنچکر شمس فقیر نے معرفت کا جام پیا اور بس۔ گھنگروں کی آواز کہاں گئی؟

غزل

۱ کیسے سناؤں کہ میں عشق کی شراب پی کر مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں۔

۲ اس پانی نے تو میرے دل و جگر میں آگ لگا دی۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں

۳ میں نے امانت کا بوجھ اُٹھایا وہاں تکرار کی کیا گنجائش ہو سکتی تھی؟

۴ تب ہی سے زنجیر میں جکڑا پڑا ہوں۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں۔

۵ کچھ لوگ تو تیغِ عشق کی ضرب سہہ رہے ہیں۔ اور کچھ نادان واعظ

۶ منبروں پہ کتابیں پڑھتے جاتے ہیں۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں

۷ اندھے کو نور و ظلمت کی پہچان کہاں؟ اُس کی تو روشنی ہی نہیں۔

۸ ناحق کہہ رہا ہے کہ میں نے جمالِ الٰہی دیکھا۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں

۹ اپاہج کام کیا کرے؟ گونگا گفتگو کیسے کرے؟

۱۰ بے حس جسم سے حساب کیا؟ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں

۱۱ "مَن کانَ ھٰذِہٖ" اور "مَازَاغَ الْبَصَرُ" گواہ ہے کہ

۱۲ اندھے کو دیدارِ الٰہی میسر نہیں ہو سکتا۔ میں تو مئی خانے میں مدہوش پڑا ہوں

۱۳ گُندُم نُما چھُوی جَو فروش — موٗت گوٚہ سُوی یَس نہٕ آسہٕ ہوش

۱۴ تارِہ گوس بارہٕ چھُوم لہو و لعب — مستانہ مس گوس در خراب

۱۵ شمس فقیرن وٚڈن نیٚنیر — گس نہ انہٕ دُری یاوُک سنیٚر

۱۶ مَرزنہٕ سَرہٕ کرہٕ کُنٛتُ تراب — مستانہ مس گوس در خراب

غزل

۱ ذاتس صفاتس چھے رملہ وَن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

۲ ژٕ دِیُو ہر ذرہ ما چھُس ژھیٚن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

۳ شہ پاش تُژٕ پیٹھ ششکل وَزان — اشارہ تمکُوی چھُہ ہُشیارَن

۴ وَعلہٕ تی دِیُو تمہٕ بادہٕ فروشَن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

۵ ژٕ ندرن زائَلتھ پاکہٕ رِ دِیُوم سون — کہَوَ چہ کھوٚرٕ تمَ وٚ وستادن

۶ ہوٚ دُم بازرہ رو دُم ظلمن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

۷ اُمی عُشقہٕ نارن زو ولُم بدن — پَرتو آفتاب پیوٚ چشمَن

۸ مَرتھ مرتبہٕ زندگی رِندن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

۹ دری یاوس چھے جوٚ پیٚرنیٚرن — دُری یاو قطرس منٛز چھُوی ارَن

۱۰ تمَہ چی خبر کینہہ چھُہ ہیٚنہٕ عامَن — خاصُ الخاص چھُوی منٛز خاصَن

(۱۳) کیا بیخود کو دیوانہ کہیں؟ وہ تو گندم نما جو فروش کہلائیگا۔

(۱۴) میں دنیا سے بھی وابستہ ہوں اور میں تو مے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

(۱۵) شمس فقیر صاف طور پر کہتا ہے کہ دریائے معرفت کی گہرائیوں میں اترنا کون جانتا ہے

(۱۶) زندہ ہو کر مرنے کی پہچان پیدا کر۔ میں تو مے خانے میں مدہوش پڑا ہوں

غزل

(۱) ذات اور صفات آپس میں ملے ہوئے ہیں وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۲) ہر ذرہ کو غور سے دیکھ کہ وہ اس سے جدا نہیں وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۳) ہوشیار لوگوں کیلئے اشارہ ہے کہ چھ دروازے بند کرکے شش کل بجنے لگ جاتے ہیں

(۴) بادہ فروش نے تو تجھ سے یہی وعدہ کیا ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۵) صندل جلا کر میں سونا پگھلاتا رہا لیکن استاد نے اسے کسوٹی پر چڑھایا۔

(۶) جب میں نے اسے بازار میں پایا تو میرا گھمنڈ دور ہوا۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۷) میری آنکھوں پر آفتاب کا پرتو پڑتے ہی میرے تن میں آگ سلگ اٹھی۔

(۸) رندوں کے لئے تو موت ہی بقا ہے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۹) سمندر سے ندیاں نکلتی ہیں اور سمندر خود قطرہ میں نہاں ہے۔

(۱۰) اس راز سے عام لوگ واقف نہیں ہو سکتے۔ وہ خاص الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۱۱) صمٌ بکمٌ آیہ پر تن | ھن صمت نجی سرہ کر تن

(۱۲) کل شیئ یرجع الی اصلاً | خاص الخاص جھوی منز خاصن

(۱۳) شمس فقیرہ آب حیات چکن | زندگی تمہ جی چھے کاملن

(۱۴) ڈیوہ سیتی تھاونے اہل صفھن | خاص الخاص جھوی منز خاصن

غزل

(۱) بو چھس کینھہ نے خود پانے | بو کینھہ نے کس ونے پانے

(۲) وچھم اوڑہ کینھہ نہ یورہ کینھہ نے | بو کینھہ نے کس ونے پانے

(۳) نہ چھس ملک نہ چھس جنیات | نہ چھس انسان نہ آدم ذات

(۴) بُر برہ ہیچ کینھہ نہ زارانے | بہ کینھہ نے کس ونے پانے

(۵) نہ چھس دیندار نہ چھس کفار | نہ مومن نے چھم استغفار

(۶) بر خود چھس خود پرستانے | بہ کینھہ نے کس ونے پانے

(۷) دپیوم کینھہنس کرے معنی | ونے کینھہ نے کسو زانے

(۸) بہ گوس شرمندہ پشیمانے | بہ کینھہ نے کس ونے پانے

(۹) کنن تھاوکن صحیح رٹھ من | وچھے سیدی زنیہ دون عالمن

(۱۰) بسکھ عارف ینہ دانے | بہ کینھہ نے کس ونے پانے

(۱۱) صُمٌّ بُکمٌ پڑھ کر کے دیکھ اور مَن صَمتَ نَجیٰ سے شناخت پیدا کر

(۱۲) ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ وہ خاصُ الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

(۱۳) اے شمس فقیر! آبِ حیات پی۔ کامل لوگوں نے اسی سے زندگی پائی۔

(۱۴) شاید تجھے بھی اہلِ صفا میں جگہ مل جائے۔ وہ خاصُ الخاص خاصوں میں ظاہر ہے

غزل

(۱) میں ہیچ ہوں اس ہیچ کو کیسے ہست کہوں۔

(۲) اُدھر سے بھی ہیچ دکھائی دیا کیونکہ دیکھنے والا خود ہیچ تھا۔ میں ہیچ کو کیسے ہست کہوں

(۳) نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ جن۔ نہ میں انسان ہوں اور نہ ہی آدمی۔

(۴) میں تو ہیچ ہی ہیچ میں سے ہیچ کو ڈھونڈ رہا ہوں میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۵) نہ میں کوئی دیندار ہوں اور نہ کافر۔ نہ مومن ہوں نہ توبہ کا طالب

(۶) میں تو خود اپنے ہی آپ کا پرستار ہوں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں۔

(۷) سوچا تھا کہ ہیچ کے معنی بیان کردوں لیکن اس کے معانی کون سمجھ سکتا ہے

(۸) اس خیال ہی سے میں شرمندہ و پشیمان ہو کر رہ گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۹) باطن کی آواز پر کان دھر اور اپنے دل کو تھام۔ کائنات کے اسرار تم پر فاش ہوں گے

(۱۰) اور تم عارفِ یزدان بن جاؤ گے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(١١) تُرہ ترا و کثرت بہ چھس حسرت — جمع وحدت تہٕ وحدانیت

(١٢) بہٕ ورد حاڑتھ نہ حائہ لیکھ — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(١٣) فنا سید تھ فنا فائی — بقا باللہ چھُو ربانی

(١٤) تہٕ گوو عاشق وصل بہٕ یکسانے — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(١٥) چھُو دریاو تھ نش کہ قطرہ — غوث، عاشق تہٕ ابدال ہا

(١٦) ولی انبیا چھہ یکسانے — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(١٧) مُہر شُد بہ تخت غیبا — ہٕز اندشا باش وسیتھ پی عیب

(١٨) تہٕ زانتھ رندہ مستانے — بُو کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(١٩) بُو نقاو تھ عالم غائب گوس — دِتھ کیتھہ نے تہٕ گیاہ نام اوس

(٢٠) بہٕ رُود وس غائب غائبانے — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(٢١) میہ انہٕ نے آسی غائبی پہ — نہ وا و آتش نہ خاک آب سر

(٢٢) گُذشُد بہ لامکانے — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(٢٣) اول آخر چھہ نورِ محمد ﷺ — ظہور تہٕ ہندوی حدوالاحد

(٢٤) حیات النبی ﷺ چھہ متابانے — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(٢٥) بہٕ خود شمس و خود سکندر — بہٕ خود سر ملا تہٕ خود خاور

(٢٦) بہٕ خود آزاد سلیمانے — بُہ کیتھہ نے کَس وَنے پانے

(۱۱) کثرت کو چھوڑ کیونکہ یہ حسرت کا مقام ہے بلکہ وحدت اور وحدانیت کو بھی ترک کر

(۱۲) میں مقام حیرت میں پہنچکر حیران ہو گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں؟

(۱۳) فنا ہو کر فنا کا وجود ختم ہوتا ہے اور بقا باللہ کی منزل سامنے آتی ہے

(۱۴) اسی مقام پر سالک خدا سے واصل ہو جاتا ہے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۱۵) سمندر تو اس کے مقابلے میں ایک بوند ہے۔ پھر غوث ہوں یا اولیاء

(۱۶) سبھی اس مقام پر یکساں ہو جاتے ہیں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۱۷) لوح غیب پر ہمارا نام ازل ہی سے عاشقوں میں تھا اور ہم ہر عیب سے بے نیاز تھے۔

(۱۸) رندِ مست ہی اس حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۱۹) میں عالمِ غیب میں پھلانگ کر پہنچ گیا اور وہاں کوئی نہ کوئی چیز ضرور دیکھی

(۲۰) لیکن غیبُ الغیب کے مقام پر میں خود گُم ہو گیا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۲۱) میرے تو ازل ہی سے غیبی پر لگے تھے جبکہ خاک و باد اور آتش کا وجود ہی نہ تھا

(۲۲) میرا گذر لامکان سے ہوا تھا۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۲۳) میں نے اوّل بھی اور آخر بھی نور محمدؐ ہی کو پایا۔ یہ نُور تمام حدود کو پھاند کر نمایاں ہے

(۲۴) بلکہ حیات النبیؐ کا نور ہی تو ہر جگہ روشن ہے۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں

(۲۵) میں شمس بھی ہوں اور سکندر بھی۔ دائم بھی ہوں اور قائم بھی۔

(۲۶) میں سُلیمانؑ کی طرح خود مختار ہوں۔ میں ہیچ کو ہست کیسے کہوں۔

غزل (غیر مطبوعہ)

۱ مائیڑہ مؤت مائیڑ لاگیتھ دڑاو ٹمہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۲ شراب لوّ دمت چھُپن شرابہ خمہنی — پانس پچوان اوس بسیار

۳ میّہ دتُن دا ماہ تہ تیولم رہمہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۴ لولہ رکس باغس کرڑی مہ پوشہ چمہنی — قولہ سارہ یکھنا چھاو گلزار

۵ یکھنتہ برہ ماگرتھن یاسمہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۶ وُٹھ چھس ڑاتھ قلی وَند لعل یمنی — گُلاب رنگہ روی گُل انار

۷ نسترہ خنجر ماران عشقہ معصومہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۸ سوہ رمیہ چھس شوبان سورمہ یادمہنی — ڈیشتھ ہاسر لےنس گے بیمار

۹ سوہ رمیہ چشمہ شہلاوان بےغمہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۱۰ ریہ نادرشُن بیپہ تایمہنی — لیئہ میّہ لوسم روزتھ بیدار

۱۱ نالہ مترہ ریڑہ ہن تہ روی چھمنہ سمہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۱۲ خال چھس شوبان مُنترباگ ٹمہنی — خال گو اسود نوّن چھہ آشکار

۱۳ عاشقو قبلہ دوپہ محراب ٹمہنی — کمہنی کمہنی ماڑوہ دیدار

۱۴ شمس فقیر مُشتاق پنہ ینیں دمہنی — پیرن لو ونم سرِ اسرار

ترجمۂ کلام

غزل

(۱) میرا محبوب ہاتھوں میں مہندی رچا رہا ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۲) شراب کے مٹکوں میں شراب بھر کر خود تو بے حساب پی رہا تھا۔

(۳) مجھے تو ایک گھونٹ دیا اور وہ میری نس نس میں دوڑنے لگا۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۴) میں نے عشق کے باغ کی چمن بندی کی۔ اے نوالے کے پکے محبوب! کیا اس گلزار کے مزے لوٹنے نہیں آؤ گے؟

(۵) نہیں تو یہ یاسمن کے پھول مرجھا جائیں گے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

(۶) محبوب کے ہونٹ تو ہیروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں اور دانت لعل یمن کی مانند حسین

(۷) چہرہ گل انار کی مانند سُرخ ہے۔ ستواں ناک عاشقوں پہ قیامت لاتی ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۸) سرمئی آنکھوں میں کاجل کیا ہی زیب دیتا ہے۔ ہرن ان کو دیکھ کر ششدر رہ گئے

(۹) یہ سرمہ عاشقوں کی ٹھنڈک کا سامان ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۱۰) کاش وہ مجھے اپنا دیدار دکھائے۔ اب تو راہ تکتے رہنے سے میری آنکھیں مرجھا گئی ہیں

(۱۱) میں تو اُسے گلے لگانا چاہتا ہوں۔ پر میرا منہ نہیں بن رہا۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے

(۱۲) ابروؤں کے درمیان خال کس قدر زیب دیتا ہے۔ خال گو سیاہ ہے پر کس قدر روشن ہے!

(۱۳) عاشق تو محراب ابرو کو ہی قبلہ بناتے ہیں۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے۔

(۱۴) جب سے مرشد طریقت نے سِرّ اسرار سے واقف کیا ہے شمس فقیر اپنی سانسوں کا شیدائی ہے۔

۱۵ سرِ نہاں لوٹ زیر و بمنی گمنی گمنی مادِہ دیدار

غزل (غیر مطبوعہ)

۱ اے معشوق نازنین! گاہ تو بر من باز بین

۲ زورہ نیوتھم دل و دین گاہ تو بر من باز بین

۳ تہ رو خسار مہ تابان گڑہ مشر گیاہ گاہ بیوان

۴ آفتابہ کھوتہ گیاہ حسین گاہ تو بر من باز بین

۵ ونڈ موشتہ وٹھا راشہ قلنو کتھو چانیو کرۓ طوطہ گلی

۶ خندہ کرلس آفرین گاہ تو بر من باز بین

۷ ما تیرہ رنگ رمتی سمہ کرہ شمس فقیرو شادی کرہ

۸ خوشہ میانے چھس رنگین گاہ تو بر من باز بین

غزل

۱ مکہ مدینس یر چھ وتھی نیرہ لتیے رو کران

۲ دورہ چھی ہران نورہ پھٹے نیرہ لتیے رو کران

۳ اسہ ون چھکھ اشہ منی مس شیشن چھکھ بھران

کسی زیر و بم سے تو وہ سرّ نہاں ہاتھ آتا ہے۔ دیکھئے وہ کن کو دیدار دکھاتا ہے؟

غزل

اے میرے نازنین محبوب! کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ

تُو نے تو زبردستی مجھ سے میرا دل لوٹ لیا۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

چاند کی طرح چمکتے ہوئے تیرے یہ دو رخسار ظُلمت میں بھی نُور برسا رہے ہیں

یہ تو سُورج سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

تیرے دانت موتیوں کی مانند ہیں اور ہونٹ چھوٹے چھوٹے ہیروں ایسے۔ تیری میٹھی باتیں سنکر طوطی بھی گنگ ہوتی ہیں ۔۔۔ آفرین ہو تیری اس دلرُبا ہنسی پر۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

اے شمس فقیر خوشیاں مناؤ۔ محبوب کے مہندی سے رنگے ہوئے ہاتھ یہ تو حقیقت میں تیرے ہی خون سے رنگے ہیں۔ کبھی تو ہماری طرف بھی دیکھ۔

غزل (غیر مطبوعہ)

مکہ اور مدینے کے دروازے کھل گئے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

دیکھو تو دُور سے کیا ہی نُور نظر آ رہا ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اے ہنس مکھ محبوبہ تو پیمانوں میں شراب ڈال رہی ہے۔

[illegible] دادہ دُرا حتی — نیرہ تھمے رؤ کران

[illegible] سوٗ آسی تولہ ہوتی — قولہ حارسس فرنوٗ وان

[illegible] کیاہ گشتہ گوہنی — نیرہ تھمے رؤ کران

[illegible] چھندراوٗ منتی — وُ چھمت عاشق گے حجاب

[illegible] دوٗد منتی — نیرہ تھمے رؤ کران

[illegible] بچھو کیا چھ پتنے — اسہ وُن غنچہ دہان

[illegible] چھی ر حمتی — نیرہ تھمے رؤ کران

[illegible] سنبل آسے منتی ع — بچھلو منتو سنبلستان

[illegible] سیاہ کارہ پلنے — نیرہ تھمے رؤ کران

[illegible] جاتس درودہ دتی — درود اللہ چھو ورجان

[illegible] دلس گل پھلمنتی — نیرہ تھمے رؤ کران

[illegible] یہ وانہ دتی — سرکارہ آس فرمان

ال جان یان تراوُم اتی
نیرہ لتھے روٗ کران

ہمیں بھی فرحت بخش گھونٹ پلا۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

ہم تمنائی بنکر محبوبہ کی تلاش میں نکلے۔ دیکھ کہ اُس کے عشق نے ہماری کیا حالت بنادی ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اُس حسینہ نے بے تاب بنادیا۔ عاشق اُسے دیکھتے ہی آتش عشق میں جلنے لگے۔ سہیلی گیت گائیں۔

اِس کے شکر کی ڈلی ایسے دانت کتنے اچھے ہیں۔ یہ ہنستا ہوا دہن غنچہ کتنا حسین ہے تیرے سُرخ ہونٹ نور رحمت ہیں آؤ سہیلی گیت گائیں

اُسکے سنبل ایسے زُلف! دیکھ کیا سنبلستان کھل اُٹھا ہے۔ اُس کے شانوں پر گویا یہ کالے سانپ بل کھا رہے ہیں۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

جب تیرے حُسن کا مدح خوان خُود خدا ہے تو ہماری کیا بات۔ ہم بھی تمہارے حُسن کا درود پڑھ رہے ہیں تیرے عشق سے ہمارے دِل میں بہار آئی ہے آؤ سہیلی گیت گائیں۔

شمس فقیر کو موت کا پروانہ مل گیا۔ بڑے سرکار سے فرمان جاری ہو گیا تعمیل حُکم کے لئے وہ تن من سے منتظر ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

چاؤ داماہ فراحتئی نیرہ لُتئے رؤ کران
وئیس! اُسی آئی لولہ ہتئی قولہ سائیس وُنی دِوان
وِچھتہ کیاہ گُشتہ گوتئی نیرہ لُتئے رؤ کران
عشقہ سندِرہ چھندراؤمتئی وُچھت عاشق گے بیتان
عشقہ نارِہ دوّد متئی نیرِہ لُتئے رؤ کران
دندقندِرہ پھلی کیا چھ رتئے اُسہ وُن غنچہ دہان
لعل لَب چھی رحمتئی نیرہ لتئے رؤ کران
زُلف سنبل اُسے متئی پھلی متی سنبلستان
مارِ سیاہ کارِہ پلتئے نیرہ لُتئے رؤ کران
حُسنس چائنس درودہ دتئی درود اللہ چھو ورجان
تھنہ میبہ دِلس گُل پھُلمتی نیرہ لتئے رؤ کران
شمس فقیرس پروانہ دِتئی سرکارِہ آس فرمان

مال جان یان ترادُم اتئی
نیرہ لُتئے رؤ کران

ہمیں بھی فرحت بخش گھونٹ پلا۔ آؤ سہیلی گیت گائیں

ہم تمنائی بنکر محبوبہ کی تلاش میں نکلے دیکھ کہ اُس کے عشق نے ہماری کیا حالت بنادی

آؤ سہیلی گیت گائیں۔

اُس حسینہ نے بے تاب بنا دیا۔ عاشق اُسے دیکھتے ہی آتش عشق میں جلنے لگے۔

سہیلی گیت گائیں۔

اِس کے شکر کی ڈلی ایسے دانت کتنے اچھے ہیں۔ یہ ہنستا ہوا دہن غنچہ کتنا حسین ہے

تیرے سُرخ ہونٹ تو رحمت ہیں آؤ سہیلی گیت گائیں

اُسکے سنبل ایسے زُلف! دیکھ کیا سنبلستان کِھل اُٹھا ہے۔ اُس کے شانوں پر گویا یہ

کالے سانپ بل کھا رہے ہیں۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

جب تیرے حُسن کا مدح خوان خُود خدا ہے تو ہماری کیا بات۔ ہم بھی تمہارے حُسن

کا درود پڑھ رہے ہیں تیرے عشق سے ہمارے دِل میں بہار آئی ہے آؤ سہیلی گیت گائیں۔

شمسؔ فقیر کو موت کا پروانہ مل گیا۔ بڑے سرکار سے فرمان جاری ہو گیا

تعمیل حکم کے لئے وہ تن من سے منتظر ہے۔ آؤ سہیلی گیت گائیں۔

غزل

اَللّٰہ اللّٰہ تہٕ ہیچھُم دَرمَنےٚ — بوٗ کیاہ وَنے اَی گو ظہور
عشقہ نارن زٲجنم تَنےٚ — بوٗ کیاہ وَنے اَی گو ظہور
رِندن گٔنڈان ہیوٗ دٕر شنےٚ — زِندگی لٲبکھ تہٕ وُچھک نوٗر
طوٗرس سوٗرگو یِر تَو ییٚنےٚ — بوٗ کیاہ وَنے اِی گو ظہور
عٲبد تہٕ زٲہد چھ اَنہٕ نِش زینےٚ — واحِد چھُو اَمیُک شیخ منصور
اَناٲنمی وٕوٚپ نٕم معرفت چَنےٚ — بوٗ کیاہ وَنے اِی گو ظہور
اَچھو بوٗزکھ تہٕ کن وُچھنےٚ — مقامِ محمود سیدی حضور
رفتار گفتار تتہ جایہ چھُنےٚ — بوٗ کیاہ وَنے اَی گو ظہور
بوٗہا ہیرٕ شمس فقیرہ وَنےٚ — سر تراوٗ بیتھ در مخمور

سوٗی اَتھ ییٚس تتہ برمُثر نے
بوٗ کیاہ وَنے اَی گو ظہور

غزل

نغمۂ اللہ ہو میرے دل میں ہے۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلیٔ ذات) تو اسی کا نام ہے

عشق کی آگ نے تو میرے تن بدن کو جلا کے رکھ دیا۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلیٔ ذات) تو اسی کا نام ہے

رندوں نے (اپنی جانوں سے) کھیل کر پرتو (ذات حق) کا مشاہدہ کیا اور زندگی پا کر نورِ (ذات حق) کو دیکھا۔

طور (کو دیکھ لو کہ محض) جھلک کے پڑ جانے سے ہی خاکستر ہو گیا۔ میں کیا کہوں۔ ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

عابد اور زاہد (کا ذکر ہی کیا۔ وہ تو اس مرحلے پر پہنچ جانے والوں کے مقابلے میں) ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اس منزل کا واحد سالک شیخ منصور ہی ہے۔ جس نے معرفت (کی شراب) پیئے بغیر ہی انا الحق کہا (گویا یہ مقام تو ازل ہی سے اُس کی نصیب میں تھا) میں کیا کہوں ظہور تو اسی کا نام ہے

مقام محمود پر پہنچ کر تم آنکھوں سے سُننے اور کانوں سے دیکھنے لگ جاؤ گے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں رفتار و گفتار کی مطلق گنجائش نہیں۔ میں کیا کہوں ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

اے شمس فقیر! میں تجھے راز کی بات بتائے دیتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) مخمور (عشق) ہو کر (بھی) اپنے سر کو (ذاتِ حق کی طرف) جھکائے رکھ (اور اس بات کا یقین رکھ کہ بلندیوں پر رسائی حاصل کرنے کے باوجود بھی) وہی (سالک) بارگاہِ (قربِ الٰہی) میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے (غیب سے) دروازے کھول دئے جائیں۔ میں کیا کہوں کہ ظہور (تجلی ذات) تو اسی کا نام ہے۔

غزل

بالہ یارو نیوتھمو دِلو   دۄن لالن ہیٚمتھ قیمتی

گنٛج بے قیاس چھونٔی ملو   دۄن لالن ہیمتھ قیمتی

اَوّلے نوُر اوس مُکمّلو   گھن عشقن کرم زِن راتی

ژھن چھُوس نَتہٕ دِژاو مُجملو   دۄن لالَن ہیٚمتھ قیمتی

اثبات وجود مُفصّلو   وحدت وجود موجود ذاتی

مغز وحدت چھاوٕ کاملو   دۄن لالن ہیٚمتھ قیمتی

سٔت دریاوٕ درایے نیرہ ملو   تتھ منزلس راوم میٚہ پرٲنتی

شُنیا چھُ تَتہٕ پاین تَلو   دۄن لالَن ہیمتھ قیمتی

ژھٕٹھ نفسس ساری کلو   کھٹ کشف تہٕ کراماتنی

شاہ سید کھیٚنکھ اَہلو   دۄن لالن ہیٚمتھ قیمتی

زِندہ مریاہ چھُوی سہلو   زِندہ عاشق زِندہ مُومتی

دِوپانم مُرتھ تھوُڈُل کلو   دۄن لالَن ہیٚمتھ قیمتی

غزل

اے میرے دِل کو اُڑا لے جانیوالے محبوب! میں تجھے دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
تمہاری قیمت تو ایک ایسا خزانہ ہے جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا میں تجھے دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
(ذاتِ حق کا) نُور تو اول ہی سے مکمل طور پر چھپایا ہوا تھا، اور اس (نُور کے پانے) کا عشق رات دِن میرے دِل میں سماتا گیا۔ یہ نور (موجودات سے جُدا نہیں) اور مجمل طور بھی یہی نور ظاہر ہے۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
اثبات وجود کی تفصیل یہ ہے کہ موجودات میں محض ذاتِ حق ہی کا وجود ہے اور وجود اُسی ذات کو لازم ہے۔
یہی مغز وحدت ہے، اور اے کامل (سالک) اسی سے شناخت پیدا کر۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں
اُس منزل پر جہاں کہ میں نے سات بے کھوٹ دریاؤں کو بہتے دیکھا میری ساری غلط فہمیاں رفع ہو گئیں۔
وہاں تو عدم میرے پاؤں کے نیچے تھا (یعنی یہ منزل عدم سے بھی پرے ہے) میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔
نفس کی ساری خواہشات کا قلع قمع کرو اور کشف و کرامات (کی قوتوں) کو پوشیدہ رکھ
(یہ وہ گر ہے جس سے) تم بادشاہ بنکر (قرب الٰہی) کے اہل بن جاؤ گے میں تجھے (اے محبوب) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔ زندہ ہی مر جاؤ یہی (قربِ حق کو حاصل کرنے کا) آسان طریقہ ہے عشق الٰہی کے متوالے رندوں نے مر کر بقا حاصل کی ہے

واصلس سپنی چھوی حاصلو حیاتُ النبیؐ سرہ کرہ حیاتی
شمس فقیرہ کرُس مہرہ چھلو
دون لالن ہیمتھ قیمتی

غزل

زیر و بم ہیتہٕ نمہٕ شایہ گوگے ییتہٕ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے
پاتال عاشق پیر سبق اکسیر تہ بیہ تندرم تارک
درشہ سرہ کرمعنہ ہمہ ییتہٕ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھُمے
کنہ بُوزم حق سِرہٕ من ہو پیران چھُوی پانہ رُوح
من عرف نفسہٗ پانو می ییتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے
وجود تہٕ شہود تراوُ تن نمہ گژھت چھُوی اَویل بدن
نُمہٕ شایہ تتہٕ نامحرمی ییتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے
ستہٕ نِشہ دریاوُ پیدہ گو تتھ لانہایتس چھینہ ژیو
عارف چھُ تتھ پیتی ہرزمے ییتہٕ سُوی چھُمے تتہٕ سُوی چھُمے

مرجانے کے بعد ہی اُس (محبوب) نے مجھ سے سر اُٹھانے کو کہا۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

واصل بنا ہی تحصیل حاصل ہے۔ حیات النبی صلعم کی دائمی حیات کو پہچان لے اور اے شمس فقیر اُن کی اِس حیاتِ دائمی کو پاکر اُن پر مور چھل جھلا کرتا جا۔ میں تجھے (اے محبوب!) دو ہیروں میں مول لینا چاہتا ہوں۔

غزل

۱۔ (قربِ الٰہی کی منزل پر پہنچکر) زیروبم (اذکار) بھی گم ہوگیا۔ یہاں (اپنی ذات میں) بھی اُسے پایا، اور وہاں بھی اُسے ہی دیکھا۔ ۲۔ پاتال میں (دل کی انتھاہ گہرائیوں میں) اُتر کر (اسرارِ الٰہی کا) سبق پڑھ۔ (ان ہی گہرائیوں میں) تو اکسیر جیسی قیمتی دھات حاصل کرے گا اور (افلاک پر چمکنے والے) چاند اور ستارے بھی یہیں موجود پاؤ گے۔ گویا ہمہ[۱] کی پہچان تجھے خود اپنے ہی سانس سے (شناخت پیدا کرنے سے) حاصل ہو جائے گی۔ یہاں (خود اپنی ذات میں) بھی اُسی کو پایا، اور وہاں بھی اُسے ہی دیکھا۔ ۳۔ اسرارِ الٰہی کی تشریح میں خود اپنے کانوں سے سُنتا رہا، اور رُوح اُسی ذاتِ حق کے وجودِ محض کی ذکر کرتا رہا۔ گویا من عرف نفسہٗ پر کاربند رہ کر یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۴۔ مقاماتِ وجود اور شہود کو ترک کر دو۔ اِن دونوں مقامات سے پرے وہ باریک بین رکھنے والی ذات ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے وجود و شہود تک کے مقامات (پر پہنچنے والے سالک) ناواقف ہیں۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۵۔ سات منازل کو طے کر کے ہی سمندر دکھائی دیا۔ اور اُس قلزم بیکراں کو بیان کرنیکی طاقت گفتار کہاں۔ ہاں البتہ ایک عارف ہر لحظہ اِس منزل پر سے گزرتا رہتا ہے۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

[۱] ہمہ سے مراد ہے خدا کیونکہ (باقی بر صفحہ ۵۱)

نٔ گژھت فنا ژہ چھاوٗ　　مٔنز راونس پانٔے ژہ راو
ماورا یہ موجود وُچھمے　　یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھمے
شمس فقیر و کینہہ نہ ژھی　　کینٔہہ تو لوکہ کھنڈ ہار ژھی
کینٔہہ نٔے لوکہ تتہ چھاکمے
یتہ سُوی چھُمے تتہ سُوی چھمے

غزل

بوز عشقن دود یارہ گوم
موت معشوق یاد پیوم

میخانہ مٔنزہ لولہ مے چوم　　مٔوت معشوق یاد پیوم
اُمی کژالن بانہ تُھری سیٹھا　　رٔنگہ رٔنگہ تتھ آنتھ کیاہ
ساری چھ پختہ بوی دژاس اوم　　مٔوت معشوق یاد پیوم
اُمی کونژرن کیاہ دیوت جلاوٗ　　تس کُنہ سی کیاہ چھُو ناوٗ
پرزہ مٔنزہ رٔزہ پان کھاچوم　　مٔوت معشوق یاد پیوم
یار بوئی آشناؤ نو چھُ کانٔہہ　　تم چھ ساری بے وفا

۶۔ فنا ہو کر فنا کی منزل میں داخل ہو جا اور گُم ہو کر گم ہو جا اس لئے کہ میں نے (ذاتِ حق کو) ماورا میں موجود پایا۔ یہاں بھی اُسی کو پایا، اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

۷۔ اے شمس فقیر! تم ہیچ ہو اور تمہاری قیمت کچھ بھی نہیں بلکہ پھوٹی کوڑی بھی نہیں یہی کیا کم تھا اگر تمہاری قیمت کچھ بھی نہ ہوتی۔ یہاں بھی اُسی کو پایا اور وہاں بھی اُسی کو دیکھا۔

غزل

۱۔ سُن اے دوست! میں دردِ عشق میں مُبتلا ہو گیا، اور دیوانے[۳] نے محبوب کی یاد آ گئی۔

۲۔ مے خانے میں شرابِ عشق پی گیا، اور دیوانے محبوب کی یاد آ گئی

۳۔ اُس کمہار (اللہ تعالیٰ) نے مختلف رنگوں کے بے شمار برتن بنائے۔ سبھی پختہ ہو کر نکلے اور میں ہی ایک خام نکلا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۴۔ ذاتِ حق کی وحدت کیا ہی روشن ہے۔ آخر اُس ذاتِ واحد کا نام کیا ہے۔

۵۔ دوست یا بھائی سے رشتہ کیا یہ تو سب کے سب بے وفا ہیں۔

بقیہ از صفحہ ۴۹۔ تمام جزئیات کلی کے ماتحت ہوتی ہیں۔

ص۲۔ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اُس نے خُدا کو پہچانا۔

ص۳۔ "مُوتُ" کے لفظی معنی دیوانے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ انتہائی لاڈ پیار کے اظہار کے طور پر بھی ہماری زبان میں استعمال ہوتا ہے۔

خامن ہیتی میہ گیم کوم مؤت معشوق یاد پیوم

اَتھ جی کس دریاوُس شہہ منز تھاہ لامس

دُور بَرزخہ نُور پرزنیوم مؤت معشوق یاد پیوم

دِلہ کے دروازہ کن ژاس مُلکِ وحدتہ منز ژراس

عرشچہ جویہ پۓ ہو وزیوم مؤت معشوق یاد پیوم

گھرہ ییٔنہ نے کرِتھ معراج شمس فقیرو چھُوی خراج

چھُس بو کینہہ نے کیاہ ساوچھوم

مؤت معشوق یاد پیوم

غزل (غیر مطبوعہ)

میٚہ وُچھ ہر شایہ سُو یار چھُنو کانہہ موئی تہٕ خالی

وَنے بو سرٕ اسرار ہیٚو آسکھ وُبالی!

وماہ اکھ میٚہ گیم کل میٚہ بُوز دِلہ کنیٚن پرٚن تل

چھُو سازہ و نازہ افضل چھیٚہ زیر بم تہٕ جالی

میں اِس دُنیا میں محض خام لوگوں میں اُلجھ کے رہ گیا ہوں۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۶۔ میں نے حیّ کے (زندہ و پائندہ یعنی دائمی) سمندر میں سانسوں سے نکل کر (نفسانی بندشوں سے آزاد ہو کر) چھلانگ لگا دی۔ اور عالم برزخ میں پہنچکر بہت دُور سے نورِ (ذاتِ حق) روشن دکھائی دیا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۷۔ دِل کے دروازے سے داخل ہو کر میں عالم وحدت میں اُبھرا، اور یہاں پہنچکر عرش کی ندی کا پشتہ پھوٹ کر نکل آیا۔ مجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

۸۔ آفرین ہے تُم پر اے شمس فقیر! کہ گھر بیٹھے معراج حاصل کیا۔ میں تو خُود ہیچ ہوں لیکن میں نے کیا دیکھا —؟

مُجھے دیوانے محبوب کی یاد آ گئی۔

غزل

۱۔ میں نے محبوب کو ہر جگہ موجود پایا، اور کوئی ذرّہ بھی (اُس کے وجود سے) خالی نہ دیکھا۔ میں تمہیں اسرار (طریقت) سے واقف کئے دیتا ہوں۔ (خبردار) تم لاپرواہی سے کام نہ لینا۔

۲۔ لمحہ بھر کے تفکّر کے بعد میں نے اپنے دِل کے پردوں کیساتھ کان لگا کر سُنا تو معلوم ہو گیا کہ نغمہ و ساز ہی افضل (عبادت) ہے اور زیر (اللہ) سے بم (ہُو) ملا ہوا ہے

ژِہ لائے مَنٛز وحارَس تھاہ گژھی معلوم شہنشاہ
زِندے چھُک مَرتہٕ یکجاہ گِندان گژھ خوردہ سالی

مُدرٕ رچھوی سنٛہ خوتہٕ سِن، محیط گوہ زانی اوّن
سَہل چھا مَعنہٕ بوزُن تہٕ بوزان گاٹلی

فنا جاے تہٕ ژٹھ نیژاو اَزتھ مَنٛز ویدہٕ نی راوٕ
گژھی معلوم پنُن ناوٕ نمع پیمانہٕ خالی

سجودس مَنٛز میہٕ ڈیوٹھُم وجود تہٕ شہود گو گُم
یہ سرّ موجود رُودُم چھنا تھ جامہٕ نالی

ونے کیاہ بو اَمیک سُود مَرتھ عاشق زِندے رُود
ژِہ کر شمسو پہٕ کُنہٕ بوٗد چھکھے امُت سوالی

۳۔ وحدت (کے سمندر) میں چھلانگ لگا کر ہی تم شہنشاہ سے واقف ہو سکتے ہو۔

اگر تو واقعی رند ہے تو صغر سنی میں ہی یہ کھیل کھیلتا جا

۴۔ سمندر گہرے سے بھی گہرا ہے لیکن اندھے کو (اس) بحرِ بیکراں کی کیا پہچان۔

اس معانی کو سمجھنا آسان نہیں ہاں البتہ ہوشیار لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۔ فنا کے لباس کو پھاڑ ڈالو، اور (باطنی) آنکھوں میں داخل ہو کر گُم ہو جا

اس طرح سے تُم خود اپنے نام اور جامِ معرفت کے حقیقی جمال سے واقف ہو جاؤ گے

۶۔ وجود اور شہود کے مقامات گُم ہو جانے پر ہی میں نے مقام سجود میں محبوب کو دیکھا۔

اور یہ راز محفوظ رہا (کہ) وہ لباس پہنے ہوئے نہیں

۷۔ میں تمہیں اس (طریقت) کے نفع کے متعلق کیا بیان کروں (مختصر الفاظ میں سُن لو کہ راہ طریقت میں ایک) عاشق مر کر بھی زندہ ہی رہا۔

اے شمس! اگر تو (اس نفع کے بارے میں) سوال کرنے والے کی حیثیت سے آیا ہے تو خود آزما کر دیکھ لو۔

غزل (غیر مطبوعہ)

چھۆکھے بینا وئین دیوپانس — تَس نادانس کرٕ ژٕلہٕ ژھائی
راہ کیاہ لَدٕ بو تس باغوانس — گلزار وُوِہ نم تہ سوٕ یہ گُلی آم
سَگ میہٕ وژامس تہ سوئی لُجم پانس — تس نادانس کرٕ ژٕلہٕ ژھائی
بأزہ ی گارس بأزہ ی چھپے پانس — تَس چھُوی گرژھان منزٕ ہیٚن شام
بے زٕر آسہ تی کرٕ ہیوہ دانَس — تس نادانس کرٕ ژٕلہٕ ژھائی
نصیحت گرزِ نو نسل شیطانس — تلہ کَنہ زأنزہیٚن آسہ ماخام
معرفت کیاہ کرِہ ناپاک پانس — تَس نادانس کرٕ ژٕلہٕ ژھائی
یُس وَسہِ عشقنس صدرس سرانس — سرہ تَس سپدی میم الف لام
تھپچھ میہٕ وژامس دُرہٕ عرفانس — تس نادانَس کرٕ ژٕلہ ژھائی
شمسؔ ہؤت مشتاق حق سُبحانس — الٰہی در جہاں نتھاؤ مبون نأو

خام کھتی نزون کھیٚنہٕ بیٚٹھ آسمانس
تَس نادانس کرٕ ژٕلہ ژھائی

غزل

۱۔ اگر تو بینا ہے تو خود اپنے مَن میں (حق کی) تلاش کر۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہوسکتا ہے

۲۔ باغبان کو قصوروار کیونکر ٹھہراؤں اُس نے تو پھول ہی بوئے تھے۔ لیکن بچھو بوٹی کے پودے اُگ آئے۔ اور اِن پودوں کی جب میں نے آبیاری کی تو بچھو بوٹی نے اُلٹے مجھے ہی کاٹا۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۳۔ جادوگر کا جادو (تو دراصل) خود اپنے ہی لئے ہے۔ پوچھٹے کا وقت اُسے شام کی مانند تاریک دکھائی دیتا ہے۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ایک قلاش و مفلس آدمی بھٹی کو روشن کیسے کر سکتا ہے۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۴۔ جو شیطان کی نسل کا ہو اُسے نصیحتیں کرنے سے کیا حاصل؟ وہ تو خام ہی ہے۔ شرابِ معرفت کا ایک ناپاک برتن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۵۔ جو آدمی عشق کے سمندر میں نہانے کے لئے اُتر جائے وہی الف لام اور میم سے شناخت پیدا کر سکتا ہے۔ میں نے تو (شدّتِ عشق میں) دُرِّ عرفان کو چھین کر لیجانے کی کوشش کی۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

۶۔ دیوانہ شمس تو (چونکہ) بزرگ و برتر ذاتِ حق (کے دیدار) کا شیدائی ہے (اس لئے اس کی تمنّا یہی ہے کہ) یا اللہ! میرا نام اِس دُنیا میں قائم رکھ۔ خام لوگ تو چاند کو کھا جانے کی غرض سے آسمان پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جاہل آدمی کا سایہ کب دُور ہو سکتا ہے۔

غزل

صدرہ کُھڑ لَدرہ مال گُنزری توس پھلیئے

ٹلیئے کرہ سے لولہ متہ لائے

زُونہ چھی شُوبان یم چُونہ پھلیئے

ٹلیئے کرہ سے لولہ متہ لائے

رنگہ ریون دڑاو رنگہ بونہ تلیئے

سنگدل وُچھتن چھس نہ مینز مائے

ہاو بمنا دیدار ہیہ ہم ملیئے

ٹلیئے کرسے لولہ متہ لائے

رسہ رسہ پانس چھین مسک گلیئے

اسہ چھونہ چاوان کیاہ چھُوسون پائے

مست گئے مستانہ مس چینتھ وُلیئے

ٹلیئے کرسے لولہ متہ لائے

غزل

۱۔ اری سہیلی! ذرا میرے محبوب کو تو دیکھو۔ یہ تو دُور سے سمندر کے موتیوں کی (بنی ہوئی) مالا جیسی دکھائی دیتا ہے۔ اور اِس مالا کے دانوں کا[ا] شمار کریں۔ آؤ نا سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۲۔ اس چاند کیطرح چمکتے ہوئے محبوب کو یہ موتی کے دانے کیا ہی زیب دیتے ہیں۔ آؤ نا سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۳۔ میرا رنگیلا محبوب رنگین چناروں کے نیچے سے گزر کر جا رہا ہے۔ ذرا دیکھو تو سنگدل کو، میری ذرّہ بھر بھی محبّت نہیں اُسے۔ کاش مجھے اپنا چہرہ دکھا کر (گویا) مجھے مول لیتا۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لیکر جھولا جھولیں۔

۴۔ خود تو رُک رُک کر شراب کے گھونٹ پیئے جا رہا ہے۔ پر ہمیں نہیں پلاتا۔ ہمارا حال تو خدا جانے ــــ دیوانے تو پی کر ہی مست ہوا کرتے ہیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

[ا]۔ دانوں کا شمار۔ یعنی محبوب کے خد و خال کا جائزہ لیں۔

کاہہ دِلوں ہیم جاہہ کمی چھلئے
شاہہ لٹہ بیہہ ناژلہ ہیم نبائے
پاسَن لاأ جنس خام ڈانبلئے
لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

لالنہ کُوٹھ ہیم پیالہ ے ڑلئے
سالہ نے ییم اَڑہ بے پرَوائے
ناہلہ مَتہ رَنہ ہَن بیہہ نا ژُھلئے
لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

نُوہہ کہ وَقتہ خواب ڈیشام ژُھلئے
پرژھمس راڑہ ہونڑہ کَتہ چِینی جائے
جاڑہ دِتھ پَری نَم تازہ مسئلئے
لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

بولہ وُن جانورہ چھُو لولہ مَنزلئے
بدنس تُہنڈس ڈیہُم نہ ژھائی
خرقہ یولاس نآلی ڈیٹھمس کھلئے
لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

۵۔ کام دیو کا یہ لباس کس نے دھو ڈالا ہے؟ کاش شام کے وقت آتا تو جھگڑا ہی نپٹ جاتا۔ اس طفل حیلہ گر کی وجہ سے تو میں طعنے سہہ رہی ہوں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۶ جڑاؤ کمرے میں جو میں نے پیالیاں سجا کر رکھی ہیں۔ ذرا جا کر دیکھو کہیں اُنکی ترتیب بکھری تو نہیں۔ ورنہ وہ لاپروا محبوب دعوت پر نہیں آئیگا۔ کاش وہ اچانک آجاتا تو میں اُسے گلے لگاتی۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

پو پھٹے کو جو اچانک میں نے اُسے خواب میں دیکھا۔ تو پُوچھا۔ "میرے راج ہنس! تمہاری منزل کہاں ہے؟"

اور اُس نے ٹال کر نئی باتیں چھیڑ دیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

اُس چہکتے ہوئے پرندے کو دیکھو تو عشق کے جھولے میں کس انداز سے جھول رہا ہے۔ اری! اِس کے بدن کا سایہ ہی نظر نہیں آتا۔ اور دیکھو تو کُشادہ نرم و نازک لباس کیا جچ رہا ہے! آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

غازہ مے اَسہ کر عشقہ نازِ لئے

مُشکہ چانہ ننئہ لیوم یاون لرئے

رُشکہ چانہ گلاب گیم اَڑہ پھلئے

لُلئے کرسے لولہ مَتہ لائے

یِم مارِ ہیچھان کیاہ چھی ہُٹلئے

مارِ زُلفن چھک ماران گرائے

خاژہ ہیون مے نھاؤنارہ وُزمائے

لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

دَندہ چھی محنتہ مال وُٹھ رٹھ پھلئے

خندہ چھکھ کران تہ کُمی دِپوی وائے

یِم گنتھ بُوزِتھ طوطہ گے کلئے

لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

دایہ شُوبیا محنتہ ہار پختہ کار ژلئے

شاہ شمس رُہمہ ریشنوی آئے

مایہ بلنہ داستان وُونہ گاٹلئے

لُلئے کرسَے لولہ مَتہ لائے

اے اُلھڑ حسینہ! غازہ چڑھا کے میری طرف مت دیکھ۔ تمہاری خوشبو ہی سے

تو میری متوالی جوانی بیتاب ہوئی جا رہی ہے

ذرا دیکھ لو کہ تمہارے (حُسن کے) رشک میں میرے رخساروں کے گُلاب ادھ

کھلے رہ گئے۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھُولا جھولیں۔

تمہارے یہ پیچدار سانپ کس قدر ٹیڑھے ہیں! اور پھر ان سانپ

جیسے زُلفوں کو ہلا ہلا رہی ہو۔

اے برقِ آتش! (تجھے میری قسم) میرا ملال نہ رکھیو۔

آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھُولا جھولیں۔

تمہارے دانت تو موتیوں کی ایک مالا ہے، اور ہونٹ گویا چھوٹے چھوٹے سُرخ

ہیروں سے جڑے ہوئے ہیں، اور جب ہنسنے لگ جاتی ہو تو یہ بھی تو بتاؤ

کہ یہ دِل رُبا ہنسی ہنسنا کس نے سِکھائی۔ تمہاری میٹھی میٹھی باتیں سُن کر تو

طوطیاں بھی گنگ ہو جاتی ہیں۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

مُجھ جیسی ناچیز کنیز کا (تم جیسی) موتیوں کی مالا سے کیا واسطہ؟ بڑے تجربہ کار

عاشق تو تمہاری حسرت لے کر چل بسے ـــــ لیکن شاہ شمسؔ تو خدا سے زموہ ریشی[۱]

کی زندگی بِل جانے کی بھیک مانگ رہا ہے (تا کہ تم پگھل جاؤ) اور اس ہوشیار عاشق

نے محض تمہاری محبّت کی خاطر یہ داستان بیان کی۔ آؤ سہیلی! محبوب کو گود میں لے کر جھولا جھولیں۔

۱۔ کشمیر کا ایک لمبی عمر پانیوالا ریشی۔ جو لمبی عمر پانے کی وجہ سے ضرب المثل بن چکے ہیں۔

غزل

خاڑہ تھو نم مارہ مُتئے — میون وُ نتسی لُتئے

ژالی پنجرہ تژاوُ تھئے — میون وُنتسی لُتئے

روی خورشید چھُس تابان — ژھایہ رُوس شاہِ خوبان

ماہِ تابان نُورہ پھتئے — میون و نتسِی لُتئے

یا ریحان زُلف پیچان — نتہ ما سنبلستان

مار پیچان کاڑہ پتئے — میون و نتسِی لُتئے

سونہ دُور زِی چھُم الران — دونونی چھُس نُورہ ہران

پُورہ کنہ نم سورگہ کھتئے — میون و نتسِی لُتئے

نستہ خنجر حُسنک امام — دین و دِل نیونم تمام

سونہ والنجہ آئے اُتئے — میون و نتسی لتئے

چشمِ آہو چھین نیبر ژِلے — مَنہ پھلی عشقن ژھلے

دُنہ چھ مستانہ نندرہ ہتئے — میون و نتسِی لُتئے

غزل

منتوالی محبوبہ کی جُدائی میں تو مجھے کانٹے سے چُبھو رہے ہیں۔ اے سہیلی!
ذرا جاکر اُسے میرا کہیو۔
کاش وہ اپنی خمدار کاکلوں کو کھول دے! سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو
اُس کا چہرہ تو سُورج کی مانند چمک رہا ہے، اور اُس محبوبوں کے بادشاہ کا سایہ ہی نہیں
اُس کے پیچ دار زُلفوں کو کس سے مشابہ کروں، ریحان سے یا سنبلستان سے
ذرا اِن ٹیڑھے سانپوں کو تو دیکھو جیسے بنفشہ کے پھُول میں خم پڑے ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر
اُسے میرا کہیو۔
سونے کی بالیوں کو دیکھو کس طرح ہلاتا جا رہا ہے
دونوں بالیاں روشنی بکھیر رہی ہیں۔ جیسے کہ یہ دونوں جنّت سے
اُڑ آئے آیا ہے۔
سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو۔
خنجر جیسی ناک کس قدر حسین ہے۔ اس امام حُسن نے تو میرا دین و دل
لوٹ لیا۔
اور اسے دیکھتے ہی جگر پر ضرب لگ رہے ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا کہیو
اُس ہرنی کی آنکھیں تو نرگس جیسی ہیں اور پتلیاں تو محض سامانِ فریب
حالانکہ ابھی تو یہ مستانی سوئی پڑی ہیں۔ سہیلی ذرا جاکر اُسے میرا
کہیو۔

مِژگانہ تیر چھُم میٖہ لایان تی وَنتس ما چھُو جان
موہنہ تیر کرِ تجہ کھُتئے میون وَ نتسی لُتئے
بُمہ ہار نجہ لدنم گون تس تہ کیاہ گو غصہ میون
بوسہ ناؤمی پاڑہ وُتئے میون وَ نتسی لُتئے
بالہِ کوٚت گوم پاوٚن لائے اندہِ ناووٚنی عشقہ نیائے
چھُنہ بازارہ قیمتئ میون وَ نتسی لُتئے
عشقہ سندری اَسہ ژوش خوٗنِ جگرس کرتہ نوش
ژُونہِ میلکھنا محبتئ میون وَ نتسی لُتئے
وُٹھ رتھہ پھلی برگِ بادام قندہ پھلی دند کیاہ چھ جان
خندہ مالَ وندہ راوم اتئے میون و نتسی لُتئے
نیرہ منز چھکھے پیر ترِاوان عاشقن تنبہ لاوان
سائلی وڑنی چھے اے پھُتئے میون و نتسی لُتئے
شمس فقیرن کرِ نہ پائی رُمہ رشنوی دِتس آئے

عشقہ تیو نگل ییم نتئے
میون و نتسی لُتئے

اری دیکھیو! پلکوں کے تیر کس طرح برساتا جا رہا ہے۔ جا کر کہیو کہ یہ انداز بھلے نہیں۔ ہاں ری پھر دیکھیو تیروں کو کمان میں چڑھا رہا ہے۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

یہ کمان جیسی بھنوؤں میں شکن کیسی؟ ذری جا کر پوچھ لو۔ مجھ سے ناراض تو نہیں

اے پاروتی! اب مجھے اور نہ تڑپا۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

ہاں ری میرا محبوب کدھر کو چلا گیا۔ آتا تو عشق کا جھگڑا نپٹ لیتے۔

(میں تو جھگڑا نہیں چاہتی) آخر وہ بازار میں بکنے والی چیز تھوڑی ہے؟ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

اری عشق کی سُندری! اب ہم سے نہ روٹھ۔ میں تو اپنا خون جگر تمہیں پینے کو دئے دیتا ہوں۔

اری میری محبت! کیا چاندنی میں بھی نہیں ملو گی؟ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

سُرخ ہیرے دل کے ٹکڑوں سے جڑے ہوئے یہ تمہارے ہونٹ برگ بادام کی مانند نازک ہیں اور یہ شکر کے ٹکڑے جیسے دانت کس قدر اچھے ہیں۔ میری ہنس مُکھ محبوبہ! میرا دل تو انہیں دیکھتے ہی مجھ سے جُدا ہو رہا ہے۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

تم سبزہ زاروں میں سے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی جا رہی ہے، اور ہم عاشقوں کے دل بے تاب ہوئے جا رہے ہیں۔ اور دوپٹہ کو دیکھو کہ پھُندنے کیا زیب دے رہے ہیں۔ سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

شمس فقیر کی حالت پر رحم کرو۔ وہ تو عشق کے انگاروں پہ لوٹ رہا ہے

پر اُسے رہوہ ریشی کی زندگی بھی تو بخش دو

سہیلی ذرا جا کر اُسے میرا کہیو۔

غزل

ژانہٕ وُنہٕ زان کرِ پژانس گیانس
زان رِلہ ناوٗ بھگوانس سیٖنتی

پُوزا کرِنی گیہ مَنز کرم دانس
دھرمہ شاسترِنس بُت خانس

کوٚر للہ اِکوٹہٕ آکاش پژانس
زان رِلہ ناوٗ بھگوانس سیٖنتی

سوٗدہ یأی وَدہ تاہ کوٚرہ یأفی پانس
دیور مَنگہ کیاہ دیو روٹس

للہ ترٛوو زَلہ نوٚٹ مَنز پوٹلی خانس
زان رِلہ ناوٗ بھگوانس سیٖنتی

ژَھلِہ گیہ للہ مُژ شنژاہ یار سرانس
پلہ تمِہ کوٚتہ زگہ تگہ تالہ ترٛنس

غزل

اے گیانی پران اور گیان کی پہچان پیدا کر۔ یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے۔

جب للہ عارفہ دھرم شاستر کے بت خانے اور کرم دان میں پوجا کرنے گئی تو اُس نے خود اپنے پران کو سراپا آکاش بنا دیا

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے۔

سدھ بھائی نے خود اپنے اُوپر رویا اور اُسے محسوس ہونے لگا کہ پتھر ایک پتھر (کے بت) سے کیا حاصل کر سکتا ہے۔

للہ نے تو بت خانے کے بیچ میں پانی کا گھڑا توڑ ڈالا

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے۔

للہ جو اچانک شراہ یار کے گھاٹ پر نہانے گئی تو جگت کے دریا پر سے گزر جانے کے لئے اُس نے نفس شیطان کا سر کاٹ کے رکھ دیا۔

کلہٕ تمہٕ ژۄٹنے نفس شیطانس

زان ہلہٕ ناو بھگوانس سیتی

سبق نتہٕ راوی تس عبق چھانس

راژہ دأنی تمہٕ لز ویرانس

کلہٕ اوس ہلہٕ وٕٹھ کلہٕ ؤن پانس

زان ہلہٕ ناو بھگوانس سیتی

ویدیش کرتہٕ گیہ نندہٕ ایشانس رح

رٕ تدو دوپ ہس عین عرفان

ژھیپہٕ ژھیپر سبن گندن شاہِ ہمدانس رح

زان ہلہٕ ناو بھگوانس سیتی

شمس فقیر نامی پر کا نٹھس

ژھائی وٕچھتہ ماچھے رٕو سریس

ژھائی اوبرٕ لاگتھ کھوت آسمانس

زان ہلہٕ ناو بھگوانس سیتی

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے

للہ نے جو ویرانے میں شاہی محل تعمیر کیا تو اُس کی یہ مہارت دیکھ کر

ناتجربہ کار بڑھئی حیران ہو گیا۔

للہ کو (اس کے لئے) تو پتھر بھی برداشت کرنا پڑا۔

یہی پہچان بھگوان کی پہچان ہے

نندہ ریشی رح کو جو اُپدیش دیا

تو رِندوں نے اس اُپدیش کو عین عرفان تسلیم کر لیا۔

اور للہ نے شاہِ ہمدان رح کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلی

یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے

شمس فقیر۔ اے مشہور فاضل! ذرا دیکھ لو کہ سُورج میں کوئی سایہ

نہیں ہے۔

یہ تو محض بادل کا سایہ ہے (جس کا خود کوئی وجود نہیں) جو آسمان

پر چھا جاتا ہے۔

یہی پہچان تو بھگوان کی پہچان ہے۔

اظہارِ تشکّر

مجھے اِس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے بہت مدد ملی ہے۔ میں اُن تمام حضرات کا شکر گذار ہوں۔ جناب غلام محی الدّین صاحب (شمس فقیر صاحبؒ کی دختر کے فرزند) موضع کرشی پورہ تحصیل بڈگام کا بیحد مشکور ہوں کہ اُنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے خاندانی حالات بہم پہنچائے۔ محمّد وانی صاحب موضع آری گام تحصیل بڈگام اور اسد وانی صاحب موضع کرشی پورہ کا بھی بہت شُکر گذار ہوں۔ خواجہ سونہ منتو صاحب کا وجی محلہ امیراکدل کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ منتو صاحب نے پچیس ۲۵ برس سے زائد عرصہ شمس فقیر صاحبؒ کی خدمت میں گُذارا ہے۔ آپ کی عُمر اس وقت ایک سو دس ۱۱۰ سال ہے۔ آپ سے مُجھے بہت مدد ملی۔ آخر میں اپنے قبلہ و کعبہ محترم والد بزرگوار خواجہ غلام محی الدّین محلہ القشان صاحبؒ زینہ کدل کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی رہنمائی کے بغیر یہ کتاب مکمّل نہیں ہو سکتی تھی۔

{ شمس الدّین احمد }

Printed at Jayyed Press, Ballimaran, Delhi-6.